بابر نامہ
(تزک بابری)

ظہیر الدین محمد بابر

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

بابر نامہ

(تزک بابری)

ظہیر الدین محمد بابر
محمد قاسم صدیقی

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند
فروغ اردو بھون، FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی۔110025

© قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

پہلی اشاعت	:	1983
چوتھی طباعت	:	2010
تعداد	:	1100
قیمت	:	-/13 روپے
سلسلۂ مطبوعات	:	703

Babar Nama
by
Zahiruddin Mohammad Babar

ISBN :978-81-7587-387-2

ناشر: ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، فروغ اردو بھون، FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ،
نئی دہلی-110025 فون نمبر: 49539000، فیکس 49539099
شعبۂ فروخت: ویسٹ بلاک-8، آر کے پورم، نئی دہلی-110066، فون نمبر 26109746
فیکس نمبر 26108159
ای-میل urducouncil@gmail.com، ویب سائٹ www.urducouncil.nic.in
طابع: ہائی ٹیک گرافکس، 167/8، سونا پریا چیمبرس، جولینا، نئی دہلی-110025
اس کتاب کی چھپائی میں 70GSM, TNPL Maplitho کاغذ استعمال کیا گیا ہے۔

پیش لفظ

پیارے بچو! علم حاصل کرنا وہ عمل ہے جس سے اچھے برے کی تمیز آجاتی ہے۔ اس سے کردار بنتا ہے، شعور بیدار ہوتا ہے، ذہن کو وسعت ملتی ہے اور سوچ میں نکھار آجاتا ہے۔ یہ سب وہ چیزیں ہیں جو زندگی میں کامیابیوں اور کامرانیوں کی ضامن ہیں۔

بچو! ہماری کتابوں کا مقصد تمھارے دل و دماغ کو روشن کرنا اور ان چھوٹی چھوٹی کتابوں سے تم تک نئے علوم کی روشنی پہنچانا ہے، نئی نئی سائنسی ایجادات، دنیا کی بزرگ شخصیات کا تعارف کرانا ہے۔ اس کے علاوہ وہ کچھ اچھی اچھی کہانیاں تم تک پہنچانا ہے جو دلچسپ بھی ہوں اور جن سے تم زندگی کی بصیرت بھی حاصل کرسکو۔

علم کی یہ روشنی تمھارے دلوں تک صرف تمھاری اپنی زبان میں یعنی تمھاری مادری زبان میں سب سے موثر ڈھنگ سے پہنچ سکتی ہے اس لیے یاد رکھو کہ اگر اپنی مادری زبان اردو کو زندہ رکھنا ہے تو زیادہ سے زیادہ اردو کتابیں خود بھی پڑھو اور اپنے دوستوں کو بھی پڑھواؤ۔ اس طرح اردو زبان کو سنوارنے اور نکھارنے میں تم ہمارا ہاتھ بٹا سکو گے۔

قومی اردو کونسل نے یہ بیڑا اٹھایا ہے کہ اپنے پیارے بچوں کے علم میں اضافہ کرنے کے لیے نئی نئی اور دیدہ زیب کتابیں شائع کرتی رہے جن کو پڑھ کر ہمارے پیارے بچوں کا مستقبل تابناک بنے اور وہ بزرگوں کی ذہنی کاوشوں سے بھرپور استفادہ کرسکیں۔ ادب کسی بھی زبان کا ہو، اس کا مطالعہ زندگی کو بہتر طور پر سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ
ڈائرکٹر

انتساب

اپنی بچّی نگار کے نام

محمد قاسم صدیقی

حالات زندگی

میں ۶/جون ۱۴۹۴ء (۵/رمضان ۸۹۹ھ) کو فرغانہ کا بادشاہ بنا۔ اس وقت میری عمر بارہ برس کی تھی۔ فرغانہ پانچویں اقلیم میں ہے۔ اس کے مشرق میں کاشغر، مغرب میں سمرقند، جنوب میں بدخشاں کے پہاڑ اور شمال میں ویران جنگل ہے۔ اس میں پہلے بہت سے شہر تھے لیکن ازبکوں کے حملوں سے اس زمانہ میں ایسی ویرانی ہے کہ نام کو آبادی نہیں رہی۔ فرغانہ کا علاقہ کچھ بڑا نہیں ہے مگر اس میں میوہ اور غلّہ بہت پیدا ہوتا ہے۔ اس کے گرد پہاڑوں کا سلسلہ ہے۔ صرف مغرب کی طرف جدھر سمرقند ہے پہاڑ نہیں ہے۔ باہری دشمن بھی اس طرف کے علاوہ دوسری طرف سے اندر نہیں آسکتا۔ سیحون دریا شمال کی طرف ملک کے بیچ میں سے ہوتا ہوا مغرب کو چلا جاتا ہے اور آگے شمال کی طرف ترکستان میں جاتا ہے

اور اکیلا بہتا ہوا ریگستان میں جذب ہو جاتا ہے۔

اس ملک میں سات قصبے ہیں۔ ان میں سے ایک اندجان ہے جو ملک کے بیچ میں ہے اور فرغانہ کی راجدھانی ہے۔ یہ مقام بہت ہرا بھرا ہے۔ اس میں غلّہ اور میوہ بہت پیدا ہوتا ہے۔ انگور اور خربوزہ بہت عمدہ ہوتا ہے۔ وہاں کا طریقہ یہ ہے کہ فصل میں خربوزے کو فالیز (کھیت) پر نہیں بیچتے۔ ناشپاتی اندجان سے بہتر کہیں نہیں ہوتی۔ آس پاس اندجان کے قلعہ سے بڑا اور کوئی قلعہ نہیں۔ اس کے تین دروازے ہیں، شہر میں نو نہریں آتی ہیں اور یہ عجیب بات ہے کہ سب نہریں ایک جگہ سے نہیں نکلتیں۔ قلعہ کے چاروں طرف ایک بڑی خندق ہے اور خندق کے کنارے پر ایک سڑک ہے جس پر روڑی بچھی ہوئی ہے۔ قلعہ کے ہر طرف محلّے آباد ہیں۔ محلوں اور قلعے کے بیچ ایک سڑک ہے۔ یہاں کے جنگل میں شکار بہت بڑی تعداد میں ہے۔ یہاں ہریل کا سالن بہت اچھّا تیار ہوتا ہے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ ایک ہریل کا سالن اتنا ہوتا ہے جس سے چار

آدمی پیٹ بھر لیں اور پھر بھی وہ بچ رہے۔ یہاں کے رہنے والے سب ترک ہیں۔ شہر اور بازار میں کوئی ایسا نہیں ہے جو ترکی زبان نہ جانتا ہو۔ اس ملک کے عام آدمیوں کی زبان ایسی صاف ہے جیسے ایک اچھے مصنف کی۔ اس کی مثال میر علی شیر نوائی کی کتابوں سے دی جاسکتی ہے۔ یہاں کے لوگ بہت خوبصورت ہوتے ہیں۔ موسیقی (گانے وغیرہ) کا بہت شوق ہے۔ یہاں کی آب و ہوا خراب ہے۔ آنکھوں کے دکھنے کی بیماری بہت ہوتی ہے۔ عمر شیخ مرزا سمر قند میں ۸۶۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ یہ سلطان ابو سعید مرزا کے چوتھے بیٹے تھے۔ اس طرح یہ سلسلہ حضرت امیر تیمور سے ملتا ہے۔ امیر تیمور نے اپنے بیٹے عمر شیخ مرزا کو فرغانہ کی سلطنت دی تھی۔ ان کا قد چھوٹا، چہرہ کا رنگ سرخ۔ داڑھی رکھتے تھے، بدن بھاری تھا، کپڑے بہت چست پہنتے تھے۔ سر پر پگڑی باندھتے تھے۔ پانچ وقت کی نماز پڑھتے تھے۔ شاہنامے کو بہت شوق سے پڑھتے تھے مگر خود شعر نہیں کہتے تھے۔ بہادر آدمی تھے تلوار بہت اچھی

چلاتے تھے۔ گھونسا زبردست مارتے تھے یہ ممکن نہ تھا کہ کسی کو گھونسا ماریں اور گھونسا کھانے والا گر نہ پڑے۔

ان کی اولادوں میں تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں۔ بیٹوں میں سب سے بڑا بیٹا میں ظہیرالدین بابر ہوں۔ میری ماں قتلق نگار خانم تھیں۔

جب عمر شیخ مرزا کا انتقال ۱۰/جون ۱۴۹۴ء (۸۹۹ھ) میں ہوا تو میں اندجان کے چار باغ (محل کے اندر) میں تھا۔ رمضان شریف کی پانچویں تاریخ منگل کے دن مجھے اندجان میں یہ خبر پہنچی۔ میں گھبرا کر سوار ہوا اور جس قدر نوکر میرے پاس تھے ان کو ساتھ لے کر قلعہ کی طرف روانہ ہوا۔ میں دروازے کے قریب پہنچا تھا کہ شیرم طغائی میرے گھوڑے کو پکڑ کر عید گاہ کی طرف چلا اس کو یہ خیال ہوا کہ وہاں کے لوگ مجھے سلطان احمد مرزا کے حوالے نہ کر دیں لیکن وہاں کے سرداروں نے جب یہ سنا تو میرے پاس آدمی بھیج کر اطمینان دلایا اور میں عید گاہ تک پہنچا ہی تھا جو مجھ کو

واپس لے آئے۔ میں محل میں آیا۔ سب سردار میرے پا
حاضر ہوئے۔ مشورہ ہوا اور قلعہ کو مضبوط بنایا اور جنگ
کی تیاری شروع کر دی۔ میرے مقابل جو آئے
واپس چلے گئے۔ ابراہیم سارد میرے والد کی خدمہ
میں رہ کر امیری کے مرتبہ کو پہنچ گیا تھا اور آخر کسی جر
کی وجہ سے نکال دیا گیا تھا۔ میرا مخالف ہو گیا۔
میرے مقابلہ پر آیا۔ میں بھی تیار ہو کر نکلا اور پرا۔
قلعہ کی دیوار کے پاس پہنچتے ہی نئے قلعہ کو جو ابھی
تھا چھین لیا۔ اس کے بعد آگے بڑھ کر محاصرہ کر لی
چالیس دن گذر گئے۔ ابراہیم سارد پریشان ہو گیا اور اس
نے میری سرداری تسلیم کر لی۔ شوال کے مہینہ میں
ترکش اور تلوار گلے میں ڈال کر قلعہ سے باہر آ گیا اور شہ
کو ہمارے سپرد کر دیا۔

یہاں سے خجند بہت قریب تھا میری بہت تم
نھی کہ اسے بھی اپنے قبضہ میں کروں۔ خجند میں میر مغل
کا باپ عبدالوہاب شغاول حاکم تھا۔ میرے وہاں پہنچ
پر اس نے شہر میرے حوالے کر دیا۔ یہاں سے ہمار؟

ل سمرقند تھی جس وقت میں اور سلطان علی مرزا ملے
، اس وقت یہ وعدہ ہو گیا تھا کہ گرمی کے موسم میں
بخارا سے اور میں اندجان سے آکر سمرقند کو گھیر لیں۔
، وعدہ پر میں رمضان میں اندجان سے روانہ ہوا لیکن
ے معلوم ہوا کہ دونوں میرزا مقابلے کے لئے تیار ہیں۔
ے دو روز بعد میں شیراز میں پہنچا۔ شیراز قاسم دولدائی
ے پاس تھا۔ داروغہ شیراز اس کو نہ بچا سکا۔ اور میرے
الے کر دیا۔ میں نے شیراز ابراہیم سارد کو سونپ دیا۔
سرے دن عید کی نماز پڑھنے کے بعد میں سمرقند روانہ
ا۔ ان ہی دنوں میں جب ہم یورت خاں میں تھے
رقندیوں نے ایک آدمی بھیج کر یہ درخواست کی کہ غار
نقاں کی طرف آیئے ہم قلعہ حوالے کر دیں گے۔ ہم
ں اس خیال سے شب کو آئے۔ اندر والے کچھ لوگوں
و پکڑ کر لے گئے اور دوسرے لوگ ہوشیار ہو گئے۔
بڑے بہادر سپاہی تھے۔ انھوں نے انھیں مار ڈالا۔
مرقند کے لوگوں میں سے بہت سے سپاہی اور شہر
الے پل محمد جبیب پر جمع ہوئے اور ہم پر حملہ کر دیا۔

ہماری فوج تیار نہ تھی۔ ہم پیچھے ہٹ گئے اس کے بعد
سب کو جمع کیا اور حکم دیا کہ جو فوج موجود ہے تیار
ہو جائے۔ اسی فوج نے دو طرف سے پل میرزا اور پل محمد
جیبب پر حملہ کیا۔ خدا نے میری لاج رکھی دشمن ہار گیا۔
ان کے اچھے اچھے سپاہی اور سردار پکڑے گئے۔ اس
کے بعد ۱۴۹۷ء ۹۰۳ھ ہی میں بلخ بھی مل گیا۔ اب شہر
سمرقند لینا مشکل نہ تھا۔ ہمیں معلوم تھا کہ وہاں کے
لوگ ہمارا استقبال کرنے کو موجود ہیں۔ ہم روانہ ہوئے
راستہ میں سردار اور سپاہی ہمیں ملتے گئے اور ہمارا استقبال
کرتے گئے۔ ہم قلعہ میں پہنچ کر بستان سرائے میں
جا اُترے۔ خدا کے کرم سے ربیع الاوّل ۹۰۳ھ مطابق
۱۴۹۷ء میں سمرقند ہمارے قبضہ میں آگیا۔

تمام دنیا میں سمرقند سے اچھا کوئی شہر نہ ہوگا۔
علاقہ پانچوں اقلیم میں ہے۔ اس پر کبھی کسی نے قبضہ
نہیں کیا تھا اس لئے اسے بلدہ محفوظ کہتے ہیں۔ حضرت
عثمانؓ ... . . . کے زمانہ میں یہاں کے لوگ مسلمان
ہو گئے تھے۔ اس کے بعد قثم ابن عباسؓ وہاں آ۔

ھے ان کا مزار آہنی دروازہ کے پاس ہے۔ جو اب
ارشاہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس شہر کو سکندر اعظم
نے بسایا تھا۔ مغل اور ترک لوگ اس کو سیمیزکند
لنت) کہتے ہیں۔ حضرت امیر تیمور نے اس کو اپنی
جدھانی بنایا۔

اسے ماوراالنہر بھی کہتے ہیں۔ اس کے مشرق میں
غانہ اور کاشغر ہیں۔ مغرب میں بخارا۔ شمال میں، تاشقند
ر شاہرخچہ اور جنوب میں بلخ اور ترمذ ہے۔ دریائے
لوہک سمرقند سے دو میل کے فاصلہ پر شمال میں بہتا
ہے۔ سمرقند اور دریا کے بیچ میں ایک ٹیکرا ہے جس
او کوہک کہتے ہیں۔ چونکہ یہ دریا اس پہاڑ کے نیچے سے
تا ہے اس لئے اس کا نام دریائے کوہک مشہور ہو گیا۔
ں سے ایک اور ندی نکلتی ہے جس کو دریائے درغم
ہتے ہیں۔ یہ ندی سمرقند کے جنوب میں بہتی ہے۔
مرقند کے باغات کو اسی ندی سے پانی ملتا ہے۔

سمر قند کا بیان

سمر قند میں انگور خربوزہ۔ سیب۔ انار۔ بلکہ سب میوے عمدہ ہوتے ہیں اور بہت ہوتے ہیں۔ سمر قند کے دو میوے بہت مشہور ہیں۔ ایک سیب اور دوسرے انگور۔

سردی یہاں خوب ہوتی ہے مگر کابل سی برف نہیں پڑتی، ہوا اچھی ہے لیکن گرمیوں میں کابل کی ہوا کا مقابلہ نہیں۔

سمر قند اور اس کے آس پاس امیر تیمور اور اُلغ بیگ کی بنائی ہوئی عمارتیں اور بہت سے باغ ہیں، امیر تیمور نے ایک بڑا محل بنایا جس کا نام کوک سرائے مشہور ہے ۔ یہ عمارت بڑی عالی شان ہے شہر میں لوہے کے دروازے کے پاس ایک جامع مسجد بنائی ہے بہت سے سنگتراشوں نے جنہیں وہ ہندوستان سے ساتھ لائے تھے اس مسجد میں کام کیا ہے ۔ سمر قند کے مشرق میں امیر کے بنائے ہوئے دو باغ ہیں ایک بہت

فاصلہ پر ہے جس کا نام باغ بولدی یعنی بے عیب باغ
ہے دوسرا باغ قریب ہے اور اس کا نام دلکشا ہے
اس باغ سے فیروزہ دروازہ تک دونوں طرف درخت لگے
ہوئے ہیں اور بہت بڑی تفریح گاہ ہے۔ یہ درخت
صنوبر کے ہیں۔ دلکشا میں بھی ایک بہت بڑا محل ہے
اس محل میں ایک تصویر بنائی گئی ہے جس میں
ہندوستان میں امیر کی لڑائی کا منظر دکھایا گیا ہے۔
سمرقند کے جنوب چنار باغ ہے یہ باغ شہر کے قریب
ہے نیچے کی جانب باغِ شمال اور باغِ بہشت ہے امیر تیمور کے
پوتے محمد سلطان مرزا نے قلعہ کے دروازہ کے پاس
ایک مدرسہ بنایا ہے۔ امیر تیمور کا مزار اور اس کی اولاد
میں سے سمرقند کے بادشاہ کی قبر اسی مدرسہ میں ہے
اُلغ بیگ مرزا کی عمارتوں میں سے سمرقند کی شہر پناہ میں
مدرسہ اور خانقاہ ہے خانقاہ کا گنبد بہت بڑا ہے کہتے ہیں کہ اتنا بڑا
گنبد دنیا میں اور کہیں نہیں ہے اس مدرسہ کے پاس
ایک بہت خوبصورت حمّام بنا ہوا ہے یہ حمام مرزا کے نام
سے مشہور ہے اس کا فرش ہر قسم کے پتھروں سے بنا

ہے خراسان اور سمرقند میں ایسا حمام نہیں ۔ مدرسہ کے
جنوب میں ایک مسجد ہے۔ کوہک پہاڑ کے دامن میں
مغرب کی طرف ایک اور باغ بنایا ہے اس کا نام باغ
بیداں ہے اس باغ میں ایک بڑا مکان بھی ہے جس کو
چہل ستون (چالیس ستون والا) کہتے ہیں اس کے
سارے ستون پتھر کے ہیں اس عمارت کے چار کونوں
میں مینار کی شکل میں چار برج بنائے گئے ہیں۔ اوپر
چڑھنے کا راستہ ان ہی برجوں میں سے ہے۔ ہر جگہ پتھر
کے ستون ہیں اوپر کی منزل میں چاروں طرف دالان ہیں
س عمارت کی کرسی اور فرش پتھر کا ہے کوہک پہاڑ کی
لرف ایک باغیچہ ہے اس میں ایک بڑی بارہ دری بنائی
ہے بارہ دری میں ایک بڑا سنگین تخت رکھا ہے اُس کی
بائی چودہ پندرہ گز ہے چوڑائی ۸ گز کی اور اونچائی ایک
گز کی ہے۔ اس بڑے پتھر کو بڑی دور سے لائے ہیں
س باغ میں ایک چودری ہے اس میں تمام دیواروں پر
ینی کا کام کیا ہوا ہے اُس کو چینی خانہ کہتے ہیں شمالی
ین سے آدمی بھیج کر اس کو منگوایا ہے شہر کے اندر

ایک اور پرانی عمارت ہے جس کو مسجد لقلقہ کہتے ہیں اس میں خاص بات یہ ہے کہ اگر مسجد کے صحن میں لات مارو تو لق لق کی آواز آتی ہے اس بھید کو کوئی نہیں جانتا

سب سے خوبصورت باغ چار باغ ہے اسے درویش محمد ترخان نے لگایا تھا۔ یہ باغ اپنی مثال آپ ہے باغ میدان کے نیچے کی جانب ایک بلندی پر ہے یہ مقام بہت خوبصورت ہے۔

سمرقند ایک سجا ہوا شہر ہے اس کی ایک خوبصورتی یہ ہے کہ مختلف پیشے والوں کے بازار الگ الگ ہیں دنیا کا بہترین کاغذ سمرقند میں ہوتا ہے یہاں کی دوسری خوبصورت چیز مخمل ہے اس کو بھی دور دور لے جاتے ہیں شہر کے چاروں طرف بہت سے عمدہ سبزہ زار ہیں ایک سبزہ زار کان گل کے نام سے مشہور ہے سمرقند کے بادشاہوں نے ہمیشہ اس کی حفاظت کی ہے ہر سال ایک دو ماہ اس میں آکر ضرور رہے ہیں اس کے جنوب میں یک دوسرا سبزہ زار ہے جسے یورت خاں کہتے ہیں - اس میں دریائے سیاہ اس طرح چکر کھا کر بہتا ہے کہ اس چکر

کی زمین میں ایک لشکر آسکتا ہے اس کے نکلنے کے راستے بہت تنگ ہیں

سمرقند کا علاقہ عمدہ ہے وسعت میں سمرقند کے مقابلے کا دوسرا شہر بخارا ہے ۔یہ سمرقند کے مغرب میں تقریباً تیس میل (۵فرسنگ) کے راستہ پر ہے بخارا ایک خوبصورت اور اچھا شہر ہے اس میں میوے بہت بڑھیا ہوتے ہیں اور ہوتے بھی بہت ہیں ۔ اس کے خربوزے کا تو کیا کہنا ہے آلو بخارا بھی یہاں کا مشہور ہے بخارا کا سا آلو کہیں ہوتا ہی نہیں اس کو چھیل کر اور خشک کر کے تحفہ کے طور پر لے جاتے ہیں ۔یہاں پرندے اور قازین بہت ہوتی ہیں

سمرقند کے تخت پر بیٹھتے ہی میں نے وہاں کے سرداروں کے ساتھ مہربانی شروع کی اور انھیں انعام دئے لیکن اس لڑائی میں لوٹ کا مال ہاتھ نہ لگا اس لئے میرے ساتھ جو لوگ آئے تھے وہ ایک ایک کر کے چلے گئے کچھ دن اسی طرح گذر گئے پھر میرے پاس میری والدہ اور نانی نے اور میرے استاد و میر مولانا قاضی نے

لیسے خط لکھے کہ میں مجبور ہوگیا اور رجب کے مہینہ میں
(۹۰۴ ہجری مطابق ۱۴۹۸ء) قبضہ کے لیے سمر قند سے
اندجان کے لئے چل پڑا - اسی درمیان میں اندجان پر
دوسروں کا قبضہ ہوگیا۔ غرض سمرقند بھی گیا اور اند جان
بھی - میں پھر بھی ہمت نہ ہارا - ۹۰۵ ہجری مطابق
۱۴۹۹ءمیں میں نے پھر جہانگیر مرزا سے صلح کر لی

عائشہ سلطان بیگم میرے چچا سلطان احمد مرزا کی
بیٹی تھی۔ اِس سے میرے باپ اور چچا کی زند گی میں
منگنی ہو گئی تھی۔ وہ اسی سال خنجد میں آگئی۔ شعبان
کے مہینہ میں میری اس سے شادی ہو گئی۔

۹۰۵ ہجری ۱۴۹۹ء سے لے کر ۹۱۰ ہجری ۱۵۰۳ء
تک میں اسی طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ پھرتا رہا۔
۹۱۰ ہجری (مطابق ۱۵۰۳)ء میں محرم کے مہینہ میں میں
نے فرغانہ چھوڑا اور خراسان کے لئے روانہ ہوا۔ اس
وقت میری عمر ۲۳ سال کی تھی۔ میں نے داڑھی
منڈوائی۔ میرے ساتھ اس وقت دو سو [illegible] پیادہ اور
تین سو سے کم آدمی تھے۔ ان میں سے اکثر پیدہ [illegible]

بہت سوں کے پاس صرف ارتھیاں تھیں۔ کوئی ننگے پاؤں تھا اور کسی کے پاؤں میں موزے تھے۔ غریبی کا یہ عالم تھا کہ ہمارے پاس صرف دو خیمے تھے۔ میرا خیمہ میری والدہ کے لئے لگا دیا تھا۔ میرے لئے ہر پڑاؤ پر ایک چھولداری کھڑی کر دیتے تھے۔ میں اس میں بیٹھ جاتا تھا۔ میرا ارادہ خراسان جانے کا ہو گیا تھا مگر یہاں والوں سے اور خسرو شاہ کے نوکروں سے ایک امید تھی۔ اسی طرح میں بڑھتا رہا۔ میرا اگلا قدم کابل تھا۔ کابل کا محاصرہ کرنے کا ارادہ کیا۔ کابل کے حاکم کے پاس ہمارا آدمی گیا اور باتیں کیں۔ اس نے کبھی عذر کیا اور کبھی نرم نرم باتیں کیں۔ میں نے حکم دیا کہ فوج شہر کے بہت قریب جائے اور اندر والوں کو دھمکائے۔ قلعہ والے بہت ہی ڈرے اور کابل کے حاکم نے جس کا نام مقیم تھا شہر ہمارے حوالے کر دیا۔ میں نے بھی اس پر بہت عنایت و مہربانی کی۔

کابل کا بیان

کابل کا علاقہ چوتھی اقلیم میں ہے۔ یہ ملک کے بیچ و بیچ واقع ہے۔ ہیں کے مشرق میں پشاور۔ کاشغر اور ہندوکش کے بعض علاقے ہیں مغرب میں کوہستان ہے شمال میں قندز اور اندراب کا ملک ہے۔ یہ ہندوکش پہاڑوں کے بیچ میں ہے جنوب میں فرمل اور افغانستان ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا ملک ہے اور لمبوترا ہے۔ اس کی لمبائی مشرق سے مغرب کی طرف ہے، اِدھر اُدھر پہاڑ ہے اس کا قلعہ پہاڑ سے ملا ہوا ہے قلعہ کے مغرب و جنوب کے بیچ میں ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے اس کی چوٹی پر کابل کے بادشاہ نے ایک مکان بنایا تھا اس لیے اس پہاڑی کا نام شاہ کابل مشہور ہوگیا۔ اس پہاڑ کے دامن میں باغ ہی باغ ہیں اس پہاڑ کے دامن سے ایک نہر بھی نکلی تھی نہر کے اخیر میں ایک مقام ہے جسے کل کینہ کہتے یہ سنسان ہے قلعہ کے جنوب میں [illegible] شہر کاہن کے مشرق میں ایک بڑا تالا [illegible] ایک میل لمبا ہے شہر کی طرف تین چھوٹے [illegible] ان میں سے دو کل کینہ کے قریب ہیں [illegible]

خواجہ شمو کے نام سے ہے دوسرے پر خواجہ خضر کا قدم موجود ہے۔ کابل کے لوگ ان دونوں جگہ اکثر سیر کرتے ہیں۔

کابل تجارت کی بہت اچھی منڈی ہے۔ ہر سال کابل میں آٹھ ہزار گھوڑے آتے ہیں۔ ہندوستان سے بھی پندرہ بیس ہزار آدمیوں کے قافلے کابل میں آتے ہیں۔ ہندوستان سے غلام ۔ سفید کپڑا۔ قند ۔ شکر وغیرہ آتی ہے۔ بہت سے سوداگر ایسے ہیں جو تگنے اور چوگنے نفع سے بھی خوش نہیں ہوتے۔ کابل میں خراسان ۔ عراق ۔ روم اور چین کا سامان مل جاتا ہے۔ یہاں سے گرم ملک اور سرد ملک دونوں قریب ہیں۔ کابل سے ایک دن کے راستہ پر وہ ملک ہے جہاں ہمیشہ برف رہتی ہے شاید کوئی ایسی گرمی کا موسم آجاتا ہو جس میں وہاں برف نہ رہتی ہو۔

کابل کی ہوا بڑی لطیف ہے۔ ایسی ہوا دار جگہ دوسری نہیں معلوم ہوتی۔ گرمی کی راتوں میں بغیر پوستین پہنے نیند نہیں آتی جاڑے میں برف کثرت سے پڑتی ہے۔ مگر اس کی ٹھنڈ بہت نہیں ہوتی۔ سمرقند

اس آب و ہوا کے لئے مشہور ہے۔
کابل کے میوے مشہور ہیں۔ سردیوں میں انگور انار۔ سیب۔ زرد آلو۔ بہی۔ امرود۔ شفتالو۔ بادام۔ اور چار معتو مقتوں کی تعداد میں ہوتے ہیں۔ گرمیوں کے زمانے کے میوے نارنج، گنا وغیرہ ہے۔ اس ملک میں شہد بہت پیدا ہوتا ہے۔ مگر یہ شہد غزنی کے پہاڑوں سے آتا ہے۔ کھیرا اتنا عمدہ ہوتا ہے کہ اس کا کوئی جواب نہیں ایک قسم کا انگور ہوتا ہے جس کی شراب بہت تیز ہوتی ہے۔

کابل کے علاقہ میں کھیتی باڑی اچھی نہیں ہوتی۔ یہاں خربوزہ بھی اچھا نہیں ہوتا۔ کابل ایک مضبوط علاقہ ہے۔ اس ملک میں دشمن کا جلدی سے چلا آنا مشکل ہے۔ اس علاقہ میں مختلف قومیں رہتی ہیں میدانوں میں ترک۔ گھاٹیوں میں عرب۔ شہر میں اور بعض گاؤں میں تاجیک بعض مقامات میں پشتوی اور افغان آباد ہیں۔

اس ملک میں عربی۔ فارسی۔ ترکی مغلی۔ ہندی۔ افغانی۔ پشتو۔ پراچی۔ گبری وغیرہ زبانیں بولی جاتی ہیں۔

یہ ملک چودہ تومان (ضلعوں) میں بٹا ہوا ہے سمر قند اور بخارا میں

تومان اس حصہ کو کہتے ہیں جو ایک بڑے علاقہ کے تحت ہوا۔ اندجان چین اور ہندوستان میں اس کو پرگنہ بھی کہتے ہیں

کابل کے جنوب مغرب میں ایک بڑا پہاڑ برف سے ڈھکا ہوا ہے اس پہاڑ پر ایک سال کی برف دوسرے سال تک رہتی ہے۔ کوئی برس ایسا نہ ہوتا ہوگا جس میں اس سال کی برف اگلے سال تک نہ رہتی ہو کابل کے برف خانوں میں اگر برف ختم ہوجاتی ہے تو اسی پہاڑ سے لائی جاتی ہے اور پانی ٹھنڈا کرکے پیا جاتا ہے۔ یہ پہاڑ کابل سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے یہاں کے گاؤں اکثر پہاڑ کے دامن میں ہیں۔ یہاں انگور بلکہ ہر قسم کا میوہ ڈھیروں ہوتا ہے برف کا پہاڑ کوہ پغمان کہلاتا ہے اس کے بیچ میں ایک بڑی ندی ہے جس کے دونوں طرف سبز اور پر فضا باغات ہیں اس کا پانی ایسا ٹھنڈا ہے کہ برف کی ضرورت نہیں ہوتی پانی بہت صاف ہے اس جگہ ایک بڑا باغ ہے جس کو الغ بیگ مرزا نے چھین لیا تھا میں نے اس کے مالکوں سے قیمت دے کر لیا۔ باغ کے باہر چنار کے بڑے بڑے درخت ہیں ان کے سایہ کے نیچے سبزہ زار ہیں باغ میں ایک نہر جاتی ہے پہلے یہ نہر ٹیڑھی تھی میں نے اس کو درست کرایا اس کے قریب بلوط کے درخت بھی ملتے ہیں۔

ایک ملک غزنی ہے بعض اس کو تومان[1] کہتے ہیں۔ سبکتگین

---

[1] تومان اس حصہ ملک کو کہتے ہیں جو ایک بڑے علاقہ کے تحت ہو۔

سلطانِ محمود اور اس کی اولاد کی راجدھانی غزنی ہی تھا۔ یہ ملک بھی بہت بڑی دولت کا مالک ہے۔ یہ ملک کابل سے ۱۴ فرسنگ کے راستہ پر ہے۔ اگر اس راستہ سے صبح سویرے ہی چلیں تو ظہر عصر کے درمیان کابل پہنچ جاتے ہیں۔ آدینہ پور کا راستہ تیرہ فرسنگ ہے۔ کابل کے انگور سے غزنی کا انگور اچھا ہوتا ہے۔ غزنی کے خربوزے بھی بہت اچھے ہیں۔ سیب بھی اچھے ہوتے ہیں۔ ان سیبوں کو ہندوستان لے جاتے ہیں۔ کھیتی باڑی مشکل سے ہوتی ہے۔ جتنی زمین جوتی جاتی ہے اس پر ہر سال مٹی ڈالتے ہیں۔ یہاں کی کھیتی باڑی کی آمدنی بھی بہت زیادہ ہے۔ ردین بوئی جاتی ہے اور اس کو ہندوستان لے جاتے ہیں۔ غزنی کے رہنے والوں کی آمدنی کا ذریعہ یہی ہے۔ یہاں مہنگائی نہیں ہے بلکہ ہر چیز سستی ملتی ہے۔ یہاں کے رہنے والے سیدھے سادے مسلمان ہیں اور حنفی ہیں۔ ان میں ایسے لوگ بہت ہیں جو تین تین ماہ کے روزے رکھتے ہیں۔ عورتیں پردہ کرتی ہیں۔ یہاں کے بزرگوں میں ایک ملّا عبدالرحمن تھے۔ یہ عالم تھے ہر وقت پڑھتے رہتے تھے۔ ان کا انتقال اسی سال میں ہوا۔ جس سال ناصر مرزا کا ہوا، سلطان محمود

کی قبر بھی یہیں ہے۔ جہاں سلطان کی قبر ہے اس عل
روضہ کہتے ہیں۔ سلطان سعود اور سلطان ابراہیم کی قبر یر
یہیں ہیں۔ لوگوں کا بیان ہے کہ غزنی میں ایک مزار ۔
اس پر درود پڑھو تو وہ ہلنے لگتا ہے۔ میں نے اس کو جاکر
قبر ہلتی ہوئی معلوم ہوئی۔ معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ وہار
مجاوروں کی (دیکھ بھال کرنے والے) چالاکی ہے۔ قبر ۔
یک جال سا بنایا ہے جب وہ جال پر چلتے ہیں تو وہ ہا
اور اس کے ہلنے سے قبر بھی ہلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔
نے اس جال کو اکھڑوا دیا اور گنبد بنوادیا۔

غزنی چھوٹا سا شہر ہے۔ تعجب ہے کہ بادشاہوں ۔
پنی راجدھانی کیوں بنایا۔ کابل کے مشرقی اور مغربی پہا
ے ہیں۔ بدخشاں کے سارے پہاڑ سر سبز ہیں اور ا
شمے بہت ہیں۔ پہاڑوں پر ٹیلوں پر برابر گھاس پیدا
ہے۔ یہ گھاس گھوڑوں کو بہت اچھی لگتی ہے۔ اندجان ۔
میں اس گھاس کو بوتکہ کہتے ہیں۔ ان پہاڑوں میں ہند
کے جانور جیسے طوطا۔ مینا۔ مور۔ بندر۔ نیل گائے بہت
ہیں۔ ان جانوروں کے علاوہ دوسرے اور قسم کے جا

ندے بھی ہوتے ہیں جو ہندوستان میں سنے بھی نہیں گئے۔
ابل کے مغرب کے پہاڑ ایک کروش ہیں۔ یہاں کھیتی ہوتی
ہے۔ ان پہاڑوں میں ہرن بہت ہوتے ہیں۔ دریا مضبوط
ںوں سے بہتے ہیں۔ میدانوں میں گھاس خوب ہوتی ہے۔
ہاں درخت کم ہیں۔ جنگل کی لکڑی اچھی نہیں ہوتی۔ یہاں
ردی بہت پڑتی ہے۔ اس سردی کو دور کرنے کے لئے
ندھن کام میں لاتے ہیں۔ بلوط، جنجک، بادالچہ کی لکڑی ہوتی
ہے۔ ان سب میں جنجک بہت عمدہ ہے۔ اس کی لکڑی دھڑ
ھڑ جلتی ہے۔ اس کے دھوئیں میں خوشبو ہوتی ہے۔
نگاریاں دیر تک سلگتی رہتی ہیں۔ اس کی لکڑی گیلی بھی جل
اتی ہے۔ بلوط بھی اچھا ایندھن ہے۔ جلنے میں دھواں بہت
ِتا ہے مگر بھڑک جاتا ہے۔ اس کا کوئلہ بہت اچھا ہوتا ہے۔
ھوئیں میں خوشبو ہوتی ہے۔ بلوط کے درخت میں ایک خاص
ت یہ ہے کہ اس کی ہری ٹہنی کو بھی جلائیں تو سر سے پاؤں
ک دھڑ دھڑ جلنے لگتی ہے اور چٹر پٹر کی آواز دیتی ہے۔ اس
رخت کا جلنا بڑا تماشہ معلوم ہوتا ہے۔

بہار کے موسم میں ان علاقوں میں لال ہرنوں کی ڈاریں

ہوتی ہیں۔ شوقین لوگ پلے ہوئے شکاری کتوں کو لے جاتے ہیں اور ڈاروں کو گھیر کر شکار کھیلتے ہیں۔ سفید ہرن بالکل نہیں ہوتا۔ غزنی میں سفید ہرن بہت ہوتے ہیں۔ بہار کے موسم میں کابل بہت عمدہ شکار گاہ ہے۔ دریائے باراں کے کنارے پر جاڑے کے موسم میں مرغابیاں بہت آتی ہیں جو خوب موٹی تازی ہوتی ہیں۔ کلنگ اور قرقرے وغیرہ بڑے بڑے جانور آتے ہیں۔

دریائے باراں کے کنارے پر کلنگوں کے لئے طناب ڈالتے ہیں اور طناب سے بے شمار کلنگ پکڑ لیتے ہیں۔ بگلوں قرقوں کو بھی اسی طرح پکڑتے ہیں۔ اس طناب سے پکڑنے کی ترکیب یہ ہے کہ پہلے ایک مہین رسی جو ایک گز کی ہوتی ہے تلتے ہیں۔ رسی کے ایک سرے پر ایک گز اور دوسرے سرے کی طرف شاخ سے بنی ہوئی چھڑی تان دیتے ہیں۔ رسی کو اس شاخ پر لپیٹ دیتے ہیں جو جانور سامنے سے اڑتے ہوئے آتے ہیں ان کی طرف گز کو پھینکتے ہیں اگر جانور کی گردن پر وہ گز پڑ گیا تو جانور اس میں لپٹ کر پھنس جاتا ہے

ئے باراں کے کنارے لوگ اسی طرح جانور پکڑتے
مگر اس طرح جانور پکڑنا بڑی محنت کا کام ہے۔
ۃسم میں دریائے باراں میں مچھلی بھی آتی ہے۔
پکڑنے کی بہت دلچسپ ترکیب ہے۔ ایک تو جال
ر مچھلی پکڑی جاتی ہے اور دوسرے جاڑوں کے
میں ایک گھاس ہوتی ہے اسے تو لان کہتے ہیں۔
اس کے گٹھے بناکر پانی میں ڈال دیتے ہیں اس کی
پر مچھلیاں تیزی سے آتی ہیں اور آسانی سے پکڑی
ہیں۔ بعض مرتبہ چینغ باندھی جاتی ہے۔ چینغ باندھنا
کہتے ہیں کہ انگلی کے برابر نال کے چمچے بناکر ایسی
لتے ہیں جہاں سے پانی نیچے گرتا ہو۔ مچھلیاں اس
بر آتی ہیں اور پکڑ لی جاتی ہیں۔ ایک دوسری
ب بھی ہے وہ یہ کہ جس مقام پر پانی اوپر سے نیچے
رف گرتا ہے اس کے برابر جگہ جگہ گڑھے کرکے
، کے پایہ کی طرح پتھر ان گڑھوں پر رکھ دیتے ہیں۔
ر اور پتھر چن دیتے ہیں۔ نیچے کی طرف پانی میں
دروازہ سا بنا دیتے ہیں اور پتھر اس طرح چنتے ہیں

کہ جو چیز اس کے اندر آجائے وہ بغیر اسی دروازہ کے کسی اور طرف سے نکل ہی نہ سکے۔

انُ چنے ہوئے پتھروں کے اوپر سے پانی بہتا ہوا جاتا ہے گویا اس طرح وہ مچھلیوں کے لئے ایک گھر بنا دیتے ہیں۔ جب جاڑے کے موسم میں مچھلیوں کی ضرورت ہوتی ہے تو ان گڑھوں میں سے ایک گڑھے کو کھولا اور مچھلیاں لے آئے ایک ایسا جال بھی بچھاتے ہیں کہ کسی خاص جگہ گڑھا کھود دیتے ہیں۔ اس کے منہ کے علاوہ سب طرف پرال باندھ دیتے ہیں اور اس کے پانی پر پتھر رکھ دیتے ہیں اور اسکا منہ تنگ کر دیتے ہیں۔ اس کے اندرونی منہ سے مچھلی اندر آجاتی ہے اور وہ پھر باہر نہیں نکل سکتی۔ مچھلی پکڑنے کے ایسے طریقے پھر دکھائی نہیں دیتے۔ جب کابل فتح کر چکا تو چند روز بعد ان ہی امراء پر جو مہمان تھے کابل تقسیم کر دیا۔

یہ لوگ میرے ساتھ تکلیفوں اور مصیبتوں میں مارے مارے پھرتے تھے۔ ان میں سے کسی کو گاؤں کسی کو زمین وغیرہ دی ملک کسی کو نہیں دیا۔ کچھ اسی وقت

نہیں بلکہ جس وقت خدا نے مجھ کو دولت دی میں نے مہمانوں اور اجنبی امراء کو بابریوں سے بہتر سمجھا۔ مگر باوجود اس کے غضب یہ ہے کہ ہمیشہ لوگ مجھ پر طعن کرتے رہے کہ سوائے بابریوں کے کسی کے ساتھ سلوک نہیں کیا۔ خیر ترکی مثل مشہور ہے کہ دشمن کیا کچھ نہیں کرتا اور خواب میں کیا کیا نظر نہیں آتا۔

جب میں کابل میں آگیا تو دریا خاں کا بیٹا یار حسین بھیرہ سے میرے پاس آیا۔ چند روز بعد میرا ارادہ فوج کشی کا ہوا۔ جو لوگ ملک کے حالات سے واقف تھے ان سے چاروں طرف کا حال دریافت کیا۔ بعض نے تو دشت کی طرف چلنے کی صلاح دی بعض نے ہندوستان کی صلاح دی ۔

ہندوستان کا سفر

آخر ہندوستان پر حملہ کرنے کی ٹھہری شعبان کے مہینہ میں کابل سے ہندوستان کا رخ کیا۔ گرم ملک اور نواح ہندوستان کو کبھی دیکھا ہی نہ تھا۔ یہاں پہنچتے ہی

دوسرا عالم نظر آیا، چوپائے اور قطع کے، پرندے دوسری وضع کے۔ قوموں اور قبیلوں کی رسمیں اور کچھ۔ ایک حیرت پیدا ہو گئی اور حقیقت میں حیرت کی جگہ ہے۔ خیبر سے دو تین کوچ کے بعد جام میں اترا۔ یہاں کورک تیری بہت اہم جگہ ہے۔ یہ مقام ہندوؤں اور جوگیوں کا مندر ہے۔ وہ لوگ دور دور سے آکر اس مقام کی تیرتھ کرتے ہیں۔ سر اور ڈاڑھی منڈاتے ہیں۔ یہاں سے دریائے سندھ پار کرنے کا ارادہ کیا لیکن باقی چغانیانی نے عرض کی کہ دریا کو پار نہ کریں۔ یہیں سے ٹھہر کر کھت ایک جگہ ہے وہاں چلنا چاہیئے۔ کھت دو دن اور دو رات رہے۔ کھت سے ہنکویا کے راستہ سے بنگش کے اوپر کی طرف چلے۔ کھت اور ہنکویا کے بیچ ایک درہ ہے جس کے دونوں جانب پہاڑ ہیں۔ راستہ درّہ میں سے کوچ کرنے کے بعد درّہ میں آتے ہی کھت اور اس نواح کے سارے افغان اکٹھے ہو کر پہاڑوں پر جو درّہ کے دونوں طرف ہیں آموجود ہوئے۔ لگے سواروں کو مارنے اور غل مچانے۔ ملک ابوسعید جس کو افغانوں کا

حال خوب معلوم تھا اس حملہ میں رہبر تھا۔ اس نے کہا کہ یہاں سے آگے بڑھ کر ایک پہاڑ ہے اگر افغان وہاں آجائیں تو انہیں گھیر کر پکڑا جا سکتا ہے۔ خدا کی قدرت افغان ہم سے لڑتے ہوئے اسی پہاڑ پر آگئے۔ ہمارے آدمیوں نے حملہ کیا تو ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ کوئی مقابلہ نہ کر سکا۔ ایک وقت میں سو ڈیڑھ سو افغانیوں کو گھیر لیا۔ بہت سوں کے سر کاٹ لئے اور بعض کو زندہ گرفتار کرلیا۔ افغانوں کا قاعدہ ہے کہ جب ہارتے ہیں تو دشمن کے آگے تنکہ منھ میں لیتے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم تمہارے آگے تنکے کی مانند ہیں۔ یہ رسم یہیں دیکھی۔ ہمارے سامنے بھی افغانوں نے عاجز ہوکر تنکے منھ میں لے لئے۔ جو زندہ گرفتار ہوئے ان کے لئے حکم دیا کہ سب کو قتل کردواور ان کے سروں سے اس منزل پر مینار چن دو۔ اس سے آگے بڑھے تو بنگش اور بنوں کا پہاڑ ہے۔ اس کے جنوب میں چوپارہ اور دریائے سندھ ہے۔ مشرق میں دینکوٹ ہے۔ مغرب میں دشت ہے جس کو بازاروتاک بھی کہتے

ہیں۔ چونکہ دشت میں کوئی دریا ایسا نظر نہ آیا جس میں پانی ہو اس لئے خشک تالاب کے کنارے پر اترے۔ لشکر والوں نے ترائی کو کھود کھود کر اپنے گھوڑوں اور مویشی کے لئے پانی نکالا۔ یہ ایسا مقام ہے کہ گز یا ڈیڑھ گز کھودنے سے پانی نکل آتا ہے۔ یہ اسی ترائی پر منحصر نہیں ہے بلکہ ہندوستان کی تمام ندیوں کا یہی حال ہے کہ گز بھر یا ڈیڑھ گز کھودا اور پانی نکل آیا۔ ہندوستان میں یہ عجیب بات ہے کہ سوائے دریاکے پانی جاری نہیں رہتا اور اس کی ندیوں کے کناروں پر اسی طرح پانی قریب نکل آتا ہے۔ دشت میں کہیں سے بکریاں اور کہیں سے کپڑا وغیرہ اہل لشکر کے ہاتھ آیا بھی تھا مگر اس سے نکل کر سوائے گایوں کے اور کچھ نہیں تھا۔ دریائے سندھ کے اس کنارے کے سفر میں یہ حال ہوا کہ تین تین چار چار سو گائیں ایک سپاہی کے پاس ہو گئیں۔ مگر جیسی لائے تھے زیادتی کے سبب سے ویسی ہی چھوڑ دینی پڑیں۔ تین منزل تک اسی دریا کے کنارہ پر چلنا پڑا۔ تین منزل کے بعد مزار سپیر کانو کے

سامنے دریائے سندھ سے علیحدہ ہوئے۔ مزار پیر
کانو میں اترے چونکہ بعض سپاہیوں نے وہاں کے
مجاوروں کو ستایا تھا اس لئے میں نے ان میں سے ایک
کو یہ سزا دی کہ ٹکڑے ٹکڑے کرا دیا۔ ہندوستان میں
یہ مزار بہت متبرک ہے۔ اس پہاڑ کے دامن میں ہے
جو کوہ سلیمان سے ملا ہوا ہے۔ یہاں سے کوچ کیا اور
پہاڑ کے اوپر اترے یہاں سے چل کر ایک گاؤں میں
جا پہنچے۔ دریائے سندھ کے اس طرف اگرچہ دریا کے
کنارے کے پار اتر کر ہری گھاس نہ ملی۔ مگر گھوڑوں
کے لئے دانہ اور گھاس کی کمی نہ تھی۔ ان منزلوں پر
گھوڑے تھکنے لگے۔ اس منزل پر رات کو بارش ایسی
ہوئی کہ چھولداریوں میں سامان تک چڑھ گیا۔ کمبلوں کو
بچھا بچھا کر اس پر بیٹھے ساری رات یونہی تکلیف سے گزر کر
صبح ہوئی غزنی تک بڑی پریشانی رہی۔
دو منزل کے بعد ایک ٹھہرے ہوئے دریا کے پاس
پہنچے۔ عجیب دریا دکھائی دیا۔ دریا کے اُس طرف کا جنگل
نظر نہ آتا تھا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ پانی آسمان سے ملا ہوا

ہے۔ ادھر کے پہاڑ اور پشتے ایسے دکھائی دیتے تھے جیسے سراب (دھوکا) ہو۔ کوئی کوس بھر دریا پر چلے تھے کہ ایک اور عجیب تماشہ دکھائی دیا یعنی اس دریا اور آسمان کے بیچ میں ہر وقت ایک سرخ سی چیز دکھائی دیتی ہے اور پھر غائب ہو جاتی ہے۔ قریب پہنچنے تک یہی نظارہ رہا۔ پاس پہنچے تو معلوم ہوا کہ قاز ہیں، دس بیس ہزار سے زیادہ ہوں گی۔ اڑنے اور پھڑپھڑانے کے وقت ان کے لال پر کبھی دکھائی دیتے ہیں اور کبھی چھپ جاتے ہیں۔ نہ صرف یہی جانور بلکہ ہر قسم کے بے شمار جانور اس دریا کے کنارے پر تھے۔ ان کے انڈے ڈھیروں جگہ جگہ کنارہ پر پڑے ہوئے تھے۔ یہ ندی خشک ندی ہے۔ اس میں بالکل پانی کا نام نہیں ہوتا۔ میں کئی بار اس طرف سے گزرا ہوں۔ میں نے کبھی اس ندی میں پانی جاری نہیں دیکھا۔ لیکن اس مرتبہ موسم بہار کی بارش کا یہاں اتنا پانی تھا کہ گھاٹ معلوم نہ ہوتا تھا۔ اس ندی کا پاٹ تو بہت بڑا نہیں ہے لیکن یہ گہری بہت ہے۔ تمام گھوڑوں اور اونٹوں کو تیرا کر پار

اتارا اور باقی تمام سامان کو رسیوں سے باندھ کر کھینچا۔ یہاں سے غزنی آئے اور جہانگیر مرزا کے یہاں دو روز مہمان رہے۔ یہاں سے چلے اور ذی الحجہ کے مہینے میں کابل آگئے۔

اس جاڑے میں ایک مرتبہ ترکلانی کے افغانوں پر حملہ کے لئے گیا۔ اس کے بعد میں نے خسرو شاہ سے مقابلہ کیا اور اس کا سر کاٹ کر شیبانی خاں کے پاس بھیج دیا۔ میرے پاس اسی کے ملازم زیادہ تھے۔ ان میں سے اچھے اچھے مغل سردار اس کی طرف ہو گئے تھے۔ خسروشاہ کے قتل سے سب پھر واپس آگئے۔

۹۱۱ ھجری کے شروع ہی میں محرم کے مہینے میں میری والدہ قتلق نگار خانم بیمار ہوئیں۔ ایک خراسانی طبیب کا علاج ہوا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ چھ دن کے بعد پیر کے دن ان کا انتقال ہوگیا۔ دامنئہ کوہ میں الُغ بیگ مرزا نے ایک باغ بنایا تھا جس کا نام باغ نوروزی تھا۔ اس کے وارثوں کی اجازت سے اس باغ میں دفن کیا۔ کچھ دن سوگ میں گزرے۔ اس کے بعد قندھار پر حملہ

کیا۔ چلتے چلتے اور منزلیں طے کرتے کرتے مرغزار قوس نادر میں ہم اترے مجھے بخار چڑھا، بڑی شدت سے جاڑا آیا۔ ایسی بےہوشی اور غشی تھی کہ گھڑی گھڑی مجھے چونکاتے تھے اور پھر آنکھ بند ہو جاتی تھی۔ پانچ چھ دن کے بعد ذرا افاقہ ہوا۔اسی عرصہ میں ایسا زلزلہ آیا کہ قلعہ کی فصیل، شہر کے مکانات اور پہاڑوں کی چوٹیاں ٹوٹ گئیں لوگ تہ خانوں میں اور کوٹھوں پر مرے کے مرے رہ گئے۔

ہندوستان کی جانب دوسرا حملہ

۹۳۲ ہجری میں ماہ صفر جمعہ کے دن پہلی تاریخ کو میں نے ہندوستان کی طرف کوچ کیا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد سغرب میں جو مرغزار ہے وہاں رکے۔ لشکر جمع کرنے کے لئے دو دن تک یہیں قیام کیا۔ یہاں سے چل کر رات گذرنے کے بعد بادام چشمہ پر اترے۔ اس منزل پر میں نے معجون کھائی۔ بدھ کے دن جب ہم دریائے باربک پر ہم آکر ٹھہرے تو خواجہ حسین دیوان لاہور نے چوبیس ہزار شاہرخی کے برابر سونا کچھ

اشرفیاں اور روپے نوربیگ کے ہاتھ بھیجے تھے۔ وہ پہنچے جمعہ کے دن آٹھویں تاریخ میں مجھے جاڑے سے بخار چڑھا۔ الحمدللہ کہ بخار جلدی سے اتر گیا۔ ہفتہ کے دن باغ وفا میں اترے۔ ہمایوں اور اس کے لشکر کے انتظار میں کئی دن باغ وفا میں ٹھہرنا ہوا۔ یہاں مے نوشی کا شغل رہا۔ شراب نہ پی تو معجون کھائی۔ وقت مقررہ پر نہ آنے سے ہمایوں کو کئی خط بھیجے۔ تاکید کی اور بہت سخت و سست الفاظ لکھے۔ ہفتہ کے دن سترہویں تاریخ کو ہمایوں آیا۔ تاخیر کے سبب سے اس کو ڈانٹا۔ پھر وہاں سے کوچ کیا اور علی مسجد میں ٹھہرنا ہوا۔ اس منزل کا پڑاؤ تنگ ہے۔ اس واسطے میں یہاں ہمیشہ ٹیلے پر اترتا ہوں اور لشکر گھاٹی پر اترتا ہے۔ اب بھی یہی ہوا۔ رات کو اہل لشکر نے الاؤ لگائے تو عجیب خوبی کے ساتھ چراغ جلتے ہوئے معلوم ہوئے۔ جب اس منزل پر اترنا ہوا ہے تو اسی لطف کے سبب سے شغل ہوا۔ اگلے دن میں نے روزہ رکھ لیا۔ بکرام کے پاس خیمے پڑے۔ دوسرے دن یہیں قیام کیا اور شکار کھیلنے گیا۔ بکرام کے آگے سے دریائے سیاہ کے پار ہو کر دریا کے ادھر گھیرا ڈالا۔ تھوڑی دور چلے تھے کہ کسی نے

آکر خبر دی کہ بکرام کے پاس جھاڑی میں گینڈے آموجود ہوئے ہیں۔ ہم وہاں سے گھوڑے دوڑاتے ہوئے پہنچے۔ پہنچتے ہی گھیرا ڈال دیا۔ غل مچایا تو وہ میدان میں نکل آئے اور بھاگنے لگے۔ ہمایوں نے اور ان لوگوں نے جو لوگ ادھر سے آئے تھے کبھی گینڈے کو نہ دیکھا تھا۔ ان کا خوب تماشا دیکھا۔ کسی گینڈے نے کسی آدمی یا گھوڑے پر حملہ نہ کیا۔ ہم نے ان کا پیچھا کر کے بہت سوں کو تیروں سے مارا۔ بہت دن سے دل میں تھا کہ اگر ہاتھی کو گینڈے کے سامنے کریں تو دیکھیں کس طور سے مقابلہ کرتے ہیں۔ اس مرتبہ فیل بان ہاتھیوں کو لے آئے۔ ایک گینڈے سے مقابلہ ہوا جیسے ہی فیل بان ہاتھی کو لائے گینڈا سامنے سے بھاگ گیا۔

اس دن بکرام میں رہے اور امیروں، بخشیوں اور صاحبوں کے چھ سات حصہ کر کے ان کو لشکر کا جائزہ لینے اور گنتی کرنے کے لیے مقرر کیا اسی رات کو مجھ کو جاڑے سے بخار آیا اور کھانسی کے ساتھ خون آیا بہت فکر ہوئی ۔ خدا کا شکر ہے کہ دو تین دن میں ٹھیک ہوگیا ۔ ۲۸ تاریخ کو دریائے جندھ کے کنارے پر لشکر

اترا ۔ دریا کے کنارے خیمے لگائے لشکر کا جائزہ لینے والوں نے بتایا کہ سب ملا کر بارہ ہزار آدمی ہیں ۔ اس سال یہاں بارش کم ہوئی تھی شہر کے قریب پہاڑ کے دامن میں کافی بارش ہوگئی تھی ۔ غلہ کے خیال سے سیال کوٹ کے راستہ سے روانہ ہوئے ۔ تھوڑی دور چلے تھے کہ دیکھا کہ ایک ندی میں ہر جگہ پانی ٹھہرا ہوا ہے یہ سارا دریا برف کی مانند تھا ۔ برف زیادہ سے زیادہ ایک ہاتھ اونچی ہوگی مگر ہندوستان میں تو اتنی برف بھی عجیب بات ہے ۔ کئی سال سے میں ہندوستان میں آتا ہوں لیکن برف کئی برس میں ابھی دیکھنے میں آئی غرض سندھ سے پانچ منزل چل کر چھٹی منزل میں بال ناتھ جوگی کا پہاڑ ہے اس کے نیچے ایک ندی کے کنارے پر لشکر اترا ۔ دوسرے دن غلہ لینے کے لیے وہیں قیام کیا ملاّ محمدی نے بہت باتیں بنائیں کبھی اتنی بکواس اس نے نہ کی ہوگی ملاّ شمس نے بھی اسی طرح مغز کھایا ایک بات شام سے جو چھیڑی تو صبح تک ختم نہ کی سپاہی وغیرہ غلہ لینے گئے تھے غلہ کو چھوڑ چھاڑ یوں پہاڑوں اور

دوسرے مقامات میں منہ اٹھائے جاگھسے کئی آدمی ختم ہوگئے پھر جہلم کی طرف چلے سیال کوٹ سے سب لاہور چلے گئے تھے میں نے ان لوگوں کے پاس جو لاہور میں تھے گھوڑوں کی ڈاک بٹھاکر دوڑا دیا اور کہلا بھیجا کہ جنگ نہ کرو سیال کوٹ میں میرے پاس چلے آؤ۔ افواہ یہ تھی کہ غازی خان نے تیس چالیس ہزار فوج جمع کی ہے اور اپنی کمر میں دو تلوارىں باندھی ہیں وہ ضرور مقابلہ کرے گا۔ مجھے خیال ہوا کہ مثل مشہور ہے ' نو سے دس اچھے ' جو لوگ لاہور میں ہیں ان کو ساتھ لے کر لڑنا بہتر ہے اسی وجہ سے امراء کے پاس آدمی روانہ کیے ۔ ہم ایک منزل چل کے دریائے چناب کے کنارے اترے ۔ بہلول پور خالصہ میں ہے راستہ میں اس کی سیر کرنے گیا اس کا قلعہ دریائے چناب کے کنارے پر اونچی جگہ واقع ہے اور مجھے بہت ہی پسند آیا دل میں آئی کہ یہاں سیال کوٹ والوں کو آباد کرنا چاہیے بہلول پور سے میں کشتی میں بیٹھ کر واپس ہوا ۔ گھوڑوں کو آرام دینے کے لیے ایک دن دریا کے کنارے رکے ' جمعہ کے دن

چودھویں ربیع الاول کو پھر سیالکوٹ میں آگئے ۔ جب
ہندوستان سے نکلے ۔ تو یہ ہوا کہ گائیں بھینسیں لوٹنے
کے لیے سیکڑوں جاٹ اور گوجر پہاڑ اور جنگل سے آگئے
پہلے یہ ملک پرایا تھا کچھ انتظام نہ کیا جاتا تھا اب کی بار
یہ سب اپنا ہے اب جو ایسا ہوا تو بہت سے بھوکے ننگے
غریب محتاج فریاد کرتے ہوئے آئے۔ غل مچ گیا جن
لوگوں نے لوٹ مار کی تھی ان کی تلاش کی گئی دو تین کو
ان میں پکڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کرا دیا۔ اسی منزل پر ایک
سوداگر آیا عالم خاں نام تھا ۔ عالم خاں ہندوستان میں آیا
اور جو امراء ہندوستان میں تھے ان سے اس نے کہا
بادشاہ نے تم لوگوں کو میری کمک کے لیے مقرر کیا تم
میرے ساتھ چلو غازی خاں کو بھی ساتھ لونگا اور دلی پر
چڑھائی کروں گا ۔ سب نے منع کیا لیکن وہ نہ مانا ان
کے پاس تیس چالیس آدمیوں کا لشکر جمع ہوگیا ۔ ان
لوگوں نے دلی کو گھیر لیا، لڑائی تو نہیں ہوئی البتہ یہ شہر
والوں کو تنگ کرنے لگے سلطان ابراہیم اس لشکر کی خبر
سنتے ہی مقابلہ کے لیے چل کھڑا ہوا جب وہ قریب آگیا تو

یہ لوگ بھی قلعہ چھوڑ کر سامنے آئے انھوں نے سوچا کہ
اگر دن کو لڑیں گے تو پٹھان آپس کی غیرت سے بھاگ
نہیں سکتے اور اگر شب خون ماریں گے تو رات کو کوئی
کسی کو دیکھتا نہیں ہر سردار اپنا راستہ لے گا۔ یہ سوچ
کر تقریباً ٦ کوس سے شب خون مارنے چلے دو دفعہ
اسی مقصد سے دوپہر کو اپنی جگہ سے سوار ہوئے اور
آدھی رات تک گھوڑوں کی پیٹھوں پر رہے مگر نہ آگے
بڑھے اور نہ پیچھے ہٹے نہ کوئی بات قرار دے سکے۔
تیسری دفعہ پھر رات آئی کہ شب خون مارنے چلے ہیں
ان کا شب خون مارنا یہی تھا کہ خیموں، ڈیروں میں
آگ لگا دیں غرض آدھی رات گئے پیچھے سے آئے اور
آگ لگا کر غل مچا دیا۔ سلطان ابراہیم اپنے لشکر کے
ساتھ رات بھر جاگتا تھا اور وہیں صبح کر دیتا تھا۔ عالم
خاں کی فوج لوٹ مار میں مصروف ہوگئی۔ دشمن کا
لشکر دریائے راوی کے کنارے پر لاہور کی طرف تھا۔
رات کو سن گن لینے بھیجی معلوم ہوا کہ دشمن کا لشکر
ہمیں دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوا۔

پانی پت کی لڑائی

۹۳۲ ہجری مطابق ۱۵۲۶ء جمعرات کا دن تھا۔ جمادی الآخر کی آخری تاریخ تھی۔ جب پانی پت پہنچے تھے۔ آخر پانی پت کے میدان میں فوجیں جمع ہو گئیں۔ سویرے اطلاع ملی کہ دشمن سیدھا چلا آتا ہے۔ ہم بھی تیار ہو کر سوار ہوئے۔ ہمایوں ساتھ تھا۔ چاروں طرف مختلف امراء کو فوج کی ذمہ داری دی۔ سلطان ابراہیم کی فوج جو دور سے آتی ہوئی معلوم ہوتی تھی وہ قدم اٹھائے چلی آتی تھی۔ ہماری فوج میں دشمن کی فوج کی آمد کو دیکھ کر کھلبلی مچی کہ ٹھہریں یا نہ ٹھہریں مقابلہ کریں یا نہ کریں موقع کی بات کرنی چاہیئے۔ ایسوں سے مقابلہ مقابلہ ہے جو بے خوف چلے آتے ہیں۔ میں نے حکم دیا کہ تیر مارنے شروع کریں اور لڑائی میں مشغول ہوں۔ مہدی خواجہ سب سے آگے پہنچا۔ مہدی خواجہ کے مقابلے میں کچھ فوج ایک ہاتھی لئے ہوئے آئی۔ مہدی خواجہ نے تیروں کی بھر مار سے اس فوج کا منہ پھیر دیا۔

اس کے بعد گھمسان کی لڑائی ہونے لگی۔ غبار ایسا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھتا تھا۔ سورج یک نیزہ بلند ہوا ہوگا کہ دشمن ہارنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا مشکل کام آسان کیا کہ وہ بے شمار لشکر دوپہر کے عرصہ میں خاک میں مل گیا۔ پانچ چھ ہزار آدمی تو سلطان ابراہیم کے ساتھ ایک جگہ مارے گئے۔ باقی ہر جگہ لاشیں ہی لاشیں تھیں۔ ہم نے اپنی جگہ اس وقت مرنے والوں کا اندازہ پندرہ سولہ ہزار آدمی کا کیا مگر آگرے میں ہندوستانیوں کی زبانی معلوم ہوا کہ اس لڑائی میں پچاس ساٹھ ہزار فوج کام آئی۔ ہم آگے بڑھے جو امراء آگے بڑھے تھے وہ بھاگے ہوئے افغانوں کو پکڑ لائے۔ ہاتھیوں کے غول کے غول ان کے ہانکنے والوں کے ساتھ گرفتار کر کے لائے اور نذر کئے۔ میں ابراہیم کے لشکر میں آیا اور اس کے خیموں ڈیروں کو دیکھا۔ ظہر کے وقت طاہر طبیبزی نے ابراہیم کی لاش بہت سی لاشوں میں پڑی دیکھی۔ یہ فوراً اس کا سر کاٹ لایا۔ اسی دن ہمایوں اور دوسرے امراء کو حکم دیا کہ ابھی چلے جاؤ آگرے پر قبضہ کر لو اور

خزانہ ضبط کر لو۔ مہدی خواجہ محمد سلطان مرزا۔ عادل سلطان کو حکم دیا کہ دہلی چلے جاؤ اور وہاں خزانوں کی حفاظت کرو۔ دوسرے دن ہم کوس بھر چلے اور گھوڑوں کو آرام دینے کے لئے جمنا کے کنارے پر ڈیرے ڈال دیئے پھر دہلی میں داخل ہوئے۔

دہلی میں آنا اور خطبہ پڑھوانا

سب سے پہل حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے مزار کی زیارت کی۔ دلی کے قریب جمنا کے کنارے پر اترے بدھ کی رات کو دلّی کے قلعہ کی سیر کر کے رات وہیں گذاری۔ صبح حضرت خواجہ قطب الدینؒ کے مزار مبارک کی زیارت کی۔ سلطان غیاث الدین بلبن۔ سلطان علاؤالدین خلجی کے مقبروں، عمارتوں، لاٹھ، شمسی تالاب، حوض خاص، مقبرہ سلطان بہلول، مقبرہ سلطان سکندر اور باغ کی سیر کی۔ ولی بیگ کو دلّی کا صوبہ دار اور دوست بیگ کو دلّی کا دیوان مقرر کیا۔ خزانوں پر مہریں لگا کر ان کے سپرد کر دیئے۔ جمعرات کو دلّی سے

کوچ کر دیا اور تغلق آباد کے قریب جمنا کے کنارے پر لشکر اترا۔ جمعہ کے دن یہاں قیام ہوا۔ مولانا محمود یہاں سے شہر گئے۔ دلّی کی جامع مسجد میں انہوں نے نماز پڑھی۔ میرے نام کا خطبہ پڑھوایا اور مقبروں کو بہت سا روپیہ تقسیم کرکے واپس آئے۔ ہفتہ کو یہاں سے چلے۔ میں نے تغلق آباد کی سیر کی اور آگرہ چلے گئے۔ جمعہ کے دن بائیس رجب کو آگرہ پہنچے اور سلیمان فرملی کے مکان پ اترے۔ یہ مکان شہر سے بہت دور تھا۔ ہمایوں وغیرہ پہلے آ گئے تھے۔ قلعہ والوں نے قبضہ دینے میں بہانے کئے۔ انہوں نے دیکھا کہ لوگ بہت بگڑے ہوئے ہیں اس لئے تاکید کی کہ خزانوں کو کوئی ہاتھ نہ لگائے اور کوئی باہر نہ نکلنے پائے۔ یہ انتظام کرکے میرے منتظر رہے۔

کوہ نور ہیرا

بکرماجیت گوالیار کا راجہ تھا۔ سو برس سے اس کے بزرگ وہاں راج کرتے تھے۔ اس کے بچّے آگرہ

میں رہتے تھے۔ جب ہمایوں آگرہ میں آیا۔ اس کے شہر پر قبضہ کر لیا تھا لیکن وہ قلعہ میں داخل نہیں ہوا۔ بکرماجیت کی اولاد نے ہمایوں کو بہت سے ہیرے نذر کئے۔ اس میں ایک مشہور ہیرا تھا سلطان علاؤالدین لیا تھا۔ اس ہیرے کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ ہیرا دنیا کی آدھی آمدنی کے برابر قیمتی ہے۔ اس کا وزن آٹھ مشقال ہے۔ جب میں آیا تو ہمایوں کوہ نور[1] لیکر میرے حضور میں حاضر ہوا۔ یہ ہیرا میں نے اسے ہی واپس دے دیا۔

آگرہ کے قلعہ میں ابھی تک لودھی فوج موجود تھی۔ ابراہیم لودھی کا خاندان بھی وہیں تھا۔ ان لوگوں نے قلعہ سپرد کرنے سے پہلے کئی شرطیں منوائیں۔ سلطان ابراہیم کی ماں کو سات لاکھ روپیہ نقد پیش

---

[1] مغلیہ دربار سے یہ ہیرا رنجیت سنگھ کو ملا وہ لاہور کا راجہ تھا اور وہاں سے انگریزوں کے ہاتھ آیا اب تک یہ ہیرا انگلستان کی ملکہ کے پاس ہے۔

کئے۔ ان کے رہنے کے لئے آگرہ سے ایک کوس کے فاصلہ پر محل دیا۔ اس کے امراء کو جاگیریں دیں اور تب محل میں داخل ہوا۔

کابل سے ہندستان کی فتح کا تفصیلی ذکر

میں نے ۹۱۰ ہجری میں (۱۵۰۴ء) کابل فتح کیا اس وقت میری یہ خواہش تھی کہ ہند ستان پر حملہ کرکے اسے فتح کروں لیکن کبھی تو میرے بھائیوں کی دشمنی رکاوٹ بن گئی اور کبھی میرے اپنے امراء نے اسے منع کیا لیکن اب یہ دونوں باتیں ختم ہوچکی تھیں۔ کابل کی فتح سے ۱۵ سال بعد میں نے ۹۲۵ ہجری میں باجور فتح کیا وہاں سے بھیرے پہنچا اور چار لاکھ شاہرخی خراج لے کر اپنے لشکر میں تقسیم کیا اور پھر کابل واپس روانہ ہوا۔ ۹۲۵ ہجری سے ۹۳۲ ہجری (۱۵۱۹ء سے ۱۵۲٦ء) تک میں نے ہند ستان پر پانچ حملے کیے۔ پانچویں بار اللہ نے مجھ پر فضل کیا اور ابراہیم لودھی جیسے بادشاہ پر فتح دی اور ہند ستان جیسے ملک کو میرے پاؤں تلے بچھادیا۔

ادھر کے بادشاہوں میں تین بڑے حملہ آوروں کو کامیاب حملہ آور کہا جا سکتا ہے ۔ محمود غزنوی جس کی اولاد نے سینکڑوں سال ہند ستان پر حکومت کی شہاب الدین محمد غوری ۔ اس کے رشتہ داروں اور غلاموں نے بھی بہت مدت تک حکومت کی ، تیسرا میں ہوں لیکن مجھے اور ان پہلے بادشاہوں کو ملانا صحیح نہ ہوگا کیونکہ محمود غزنوی نے جب ہند ستان پر حملہ کیا تو وہ بہت طاقتور تھا ۔ خراسان اور سمرقند کی بادشاہتیں اس کے ساتھ تھیں اور اس کے ساتھ دو لاکھ سپاہی تھے۔ یہی نہیں اس وقت ہند ستان میں کوئی ایک مضبوط حکومت قائم نہ تھی۔ چھوٹے چھوٹے راجہ تھے جو ایک دوسرے کے دشمن تھے ۔ شہاب الدین غوری تو خراسان کا مالک نہ تھا لیکن خراسان اسکے بڑے بھائی کے پاس تھا اس لیے اس طرف سے اسے کوئی خطرہ نہ تھا۔ یوں بھی اس بادشاہ کے بارے میں کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ جب شہاب الدین غوری نے ہندوستان پر حملہ کیا تھا تو اس کے ساتھ ایک لاکھ آٹھ ہزار سپاہی تھے اور اس کا بھی مقابلہ

مختلف بادشاہوں سے تھا

میں نے جب بھیرے پر حملہ کیا تو میرے ساتھ صرف ڈیڑھ دو ہزار آدمی تھے اور اب جب کہ ہند ستان پر حملہ کیا اور ابراہیم لودھی کو ہرایا ہے تو میری فوج کی کل تعداد بارہ ہزار تھی اور صرف بدخشاں قندھار اور کابل پر میری حکومت تھی ۔ ان حکومتوں کی آمدنی بھی بہت تھوڑی تھی مجھے ان علاقوں کو بھی دیکھنا پڑا جو دشمن ملکوں سے قریب تھے ۔ان جگہوں پر مجھے روپیہ بھی خرچ کرنا پڑا ۔ ازبک میرے پرانے دشمن تھے۔ ان سے ملے ہوئے علاقہ پر میں نے بہت روپیہ خرچ کیا ان کے پاس ایک لاکھ سپاہی تھے ۔

ہند ستان میں بھیرے سے لے کر بہار تک افغانوں کا راج تھا۔ ابراہیم لودھی کے پاس پانچ لاکھ سے کم فوج نہ تھی ۔ وہ جب لڑنے آیا تو اس کے ساتھیوں نے سب فوج کو میدان میں لانے سے روکا اسی لیے وہ پانی پت کے میدان میں ایک لاکھ سپاہی اور ایک ہزار ہاتھی لے کر آیا تھا ۔ میں نے صرف اللہ پر بھروسہ کیا

اور ابراہیم لودھی جیسے بڑے بادشاہ سے لڑائی لڑی ۔ یہ صرف خدا کا احسان اور مہربانی ہے کہ اسنے مجھے ہند ستان جیسے ملک کی بادشاہت بخش دی ۔

ہند ستان

یہ ہند ستان جس کی بادشاہت مجھے ملی بہت بڑا ملک ہے ۔ اس کی آبادی بھی بہت ہے۔ اس کے مشرق و جنوب اور مغرب کے ایک حصہ تک سمندر ہی پھیلا ہے ۔ شمال میں ہمالیہ پہاڑ ہے جس سے ملے ہوئے کشمیر اور ہند و کش پہاڑ ہیں۔ اس کے شمال مغرب میں قندھار اور غزنی کے علاقہ ہیں ۔ اس کا سب سے اہم شہر دہلی ہے جب سے سلطان شہاب الدین غوری کا زمانہ شروع ہوا ہے اس وقت سے لے کر فیروزشاہ تغلق کے زمانہ تک دہلی ہی راجدھانی رہی اور اسی جگہ سے ان بادشاہوں نے سارے ہند ستان پر حکومت کی۔

میں نے جب ہند ستان پر حملہ کیا اس وقت پانچ مسلمان بادشاہ اور ہندو راجہ یہاں حکومت کر رہے تھے۔

یہ راجہ بڑے تھے۔ یوں چھوٹے چھوٹے اور بھی راجہ تھے۔ جن کی آزاد حکومتیں تھیں۔ بڑے بادشاہوں میں پٹھان لودھی تھے جن کی حکومت بھیرہ سے لے کر یہاں تک پھیلی ہوئی تھی۔ لودھی پٹھانوں سے پہلے جونپور میں سلطان حسین شرقی کی حکومت تھی۔ فیروز شاہ تغلق کے زمانہ میں اس کے باپ دادا دربار میں تھے لیکن فیروزشاہ کے انتقال کے بعد حسین شرقی نے آزاد حکومت بنالی۔ سلطان بہلول لودھی اور اس کے بیٹے سکندر لودھی نے جونپور کی آزاد حکومت ختم کر دی۔ جونپور اور دہلی کو ملا دیا۔ میرے آنے سے پہلے سلطان مظفرؔ گجرات کا بادشاہ تھا۔ وہ بڑا نیک بادشاہ تھا۔ سلطان کا انتقال ہوا تو انہوں نے گجرات میں آزاد حکومت کا اعلان کر دیا۔ دکن میں بہمنی سلطنت تیسری ہندستانی بادشاہت ہے۔ اس وقت اس حکومت میں جھگڑا پڑا ہوا ہے اور بادشاہ محض تاش کا یکہ ہے۔ چوتھی بادشاہت مالوہ کی بادشاہت ہے۔ میرے آنے سے پہلے یہاں محمود حکومت کرتا تھا۔ اس کی حالت بھی کچھ اچھی نہیں

ہے۔ رانا سانگا نے اس کی سلطنت کے بہت سے حصہ
اس سے چھین لئے ہیں۔ پانچویں حکومت بنگال کی
ہے۔ یہاں نصرت شاہ کا سکہ چلتا ہے۔ اس کے باپ
کا نام سلطان علاؤالدین ہے۔ وہ سیدوں میں سے
تھے۔ سلطان علاؤالدین سے پہلے بنگال میں ایک حبشی
کی حکومت تھی۔ علاؤالدین نے اس کو قتل کر کے اس
کی حکومت چھین لی تھی۔ بنگالی حکومت کے بہت
وفادار ہوتے ہیں۔ انہیں بادشاہ سے کوئی دلچسپی نہیں
ہوتی۔ جو بھی بادشاہ ہوتا ہے یہ اس کے ساتھ ہوتے
ہیں۔ آج کل نصرت شاہ کی حکومت ہے اور یہ اسے اپنے
باپ علاؤالدین سے ملی ہے۔

ہندوؤں میں سب سے بڑا راجہ بیجا نگر کا راجہ
ہے۔ دوسرا راجہ سانگا ہے جس نے اپنی عقل مندی اور
ہمت و بہادری سے اپنے راج کو بڑھایا ہے۔ وہ اصل
میں چتوڑ کا راجہ ہے جس نے ہندو بادشاہوں کی
کمزوری سے فائدہ اٹھا کر رنتھبور ۔ رنگ پور اور
چندیری اپنے قبضہ میں کر لیے ہیں۔ ان دونوں

ریاستوں کے علاوہ چھوٹی چھوٹی اور بھی ریاستیں ہیں ان میں سے کچھ مسلمان بادشاہوں کے ماتحت ہیں اور بعض آزاد ہیں۔

ہندستان دنیا کے مشہور ملکوں میں سے ہے۔ یہ ہمارے لیے بالکل اجنبی ملک اس کے پہاڑ۔ اس کے جنگل۔ اس کے دریا، جانور پھل پھول ہمارے یہاں سے الگ ہیں۔ یہاں کی زبان بھی الگ ہے اورآب وہوا بھی ہمارے یہاں کی آب و ہوا سے میل نہیں کھاتی۔ یہاں کی آب و ہوا کابل کے کچھ علاقوں کی طرح گرم ہے لیکن جیسے ہی دریائے سندھ کو پار کرکے ہم ملک کے ادھر کے حصہ میں داخل ہوتے ہیں ہر چیز مختلف دکھائی دیتی ہے ہندستان کے شمال کی طرف دریائے سندھ کے دوسری طرف جو پہاڑ ہے وہاں اکثر جگہوں پر لوگ آباد ہیں یہ پہاڑ کشمیر سے لے کر بنگالہ تک بڑھا چلا گیا ہے اور اس میں بے شمار گاؤں دیہات اور شہر آباد ہیں جن میں مختلف قومیں بستی ہیں ہندو اس پہاڑ کو سوالک پربت کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں کیونکہ ہندستانی زبان

میں سوا چوتھائی کو لک سوہزار کو اور پربت پہاڑ کو کہتے ہیں یعنی یہ پہاڑ سوا لاکھ پہاڑوں پر مشتمل ہے اس پہاڑ کے بعض حصوں پر ہمیشہ برف جمی رہتی ہے لاہور ۔ سرہند اور ڈیرہ اسماعیل کے اونچے مقامات پر کھڑے ہو کر یہ برف دیکھی جاسکتی ہے یہ پہاڑ وہی ہے جو کابل کے علاقے میں پہنچ کر کوہ ہندوکش کا نام پالیتا ہے کابل سے مشرق کی طرف پھیلتا ہوا جنوب کی طرف آگے پھیلتا چلاگیا ہے اس پہاڑ کے شمال میں تبت اور جنوب میں ہندستان واقع ہے ۔ ہندستان کے اکثر دریا ان ہی پہاڑوں سے نکلتے ہیں ۔ سرہند سے اس طرف شمال میں چھ دریاؤں کا راج ہے جن میں سندھ سب سے بڑا ہے اس کے بعد چناب ۔ جہلم ۔ راوی ۔ بیاس اور ستلج ہیں یہ سارے دریا ہمالیہ پہاڑ سے پھوٹتے اور پنجاب کے میدانوں کو سیراب کرتے ملتان کے قریب ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں اور وہاں سے سندھ کا نام پا کر ایک ساتھ آگے بڑھتے ہیں ۔

ہندوستان کے دریاؤں میں ان کے علاوہ گنگا ۔

جمنا ۔ کوسی اور گنڈک بھی مشہور دریا ہیں یہ سارے دریا سوالک پہاڑ سے نکلتے ہیں ہند ستان کے کئی دریا چنبل بنا: س ۔ بن بوٹی اور سون وسطی پہاڑوں سے نکلتے ہیں اور گنگا میں مل جاتے ہیں ۔ وسطی ہند کے پہاڑوں پر برف بالکل نہیں جمتی ان میں سے ایک پہاڑ دہلی سے شروع ہو کر جنوب کی طرف میوات کی طرف پھیل گیا ہے میوات سے اس پہاڑ کی بلندی بڑھ گئی ہے ۔ سیکڑی دھولپور ۔ گوالیار ۔ چتوڑ اور چندیری کے پہاڑ اسی سلسلہ کی مختلف شاخیں ہیں ۔ یہ پہاڑ مسلسل نہیں ہیں ۔ ان کے بیچ بیچ میں سات سات آٹھ آٹھ کوس تک خالی علاقہ ہے بعض چھوٹے دریا ان پہاڑوں سے بھی نکلتے ہیں۔

جتنے شہر اور میدانی علاقے ہندستان میں ہیں کسی اور ملک میں نہیں ہیں۔

یہاں کے کھیت عموماً دریاؤں سے سیراب ہوتے ہیں. دریاؤں سے نہریں نکال کر شہروں تک پہنچائی گئی ہیں جن کی وجہ سے بعض باغات خوب بھرے بھرے ہیں ۔ ہندوستان میں خریف کی فصل (دھان جوار وغیرہ) کی

کامیابی برسات ہی پر منحصر ہے ۔ جب برسلت نہیں ہوتی تو فصل خراب ہو جاتی ہے اور پھر ربیع کی فصل (جاڑوں میں خاص چیز گیہوں ، چنا وغیرہ) بوئی جاتی ہے ۔

پھل اور درختوں کو صرف پہلے دو برسوں تک پانی دینے کی ضرورت ہوتی ہے اس کے بعد زمین خود خوراک پہنچاتی ہے۔ سبزیوں کو پانی دینا پڑتا ہے لاہور اور سر ہند کے علاقوں میں رہٹ کی مدد سے کھیتی باڑی کی جاتی ہے رہٹ کی شکل یہ ہوتی ہے کہ جتنا گہرا کنواں ہوتا ہے اتنے ہی لمبی رسی کے دو حلقے تیار کر لیے جاتے ہیں پھر ان حلقوں میں لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اس طرح باندھ دیئے جاتے ہیں کہ دونوں حلقے ایک ساتھ مل جائیں پھر ان لکڑیوں سے مٹی کی لٹیا باندھ دی جاتی ہے کنویں کے منھ پر جو چرخ لکڑی سے تعمیر کیا جاتا ہے یہ حلقے اس پر چڑھا دیئے جاتے ہیں بیل جب چرخی کو گھماتے ہیں تو لٹیا کنویں کی تہ میں ڈوب کر پانی سے بھر جاتی ہے اور پھر گھومتی ہوئی ادھر آجاتی ہے اور اوپر

کی سطح سے کنویں کے منھ پر تالاب نما برتن میں انڈیل دیتی ہے اور اس طرح پانی نالی میں اپنی جگہ پہنچ جاتا ہے ۔ دہلی ۔ آگرہ میں زیادہ تر چرس کا رواج ہے چرس کی صورت یہ ہے کہ کنویں کے منھ پر ایک دوشاخہ لکڑی گاڑ دی جاتی ہے دونوں شاخوں کے درمیان چرخی لگا دی جاتی ہے ایک بڑا سا رسہ ایک سرے میں ڈول باندھ کر اس چرخی پر چڑھا دیا جاتا ہے دوسرا سرا بیلوں کی جوڑی کے گلے میں پڑے ہوئے جوئے سے باندھ دیا جاتا ہے اس چرس کے لیے بیلوں کی جوڑی کے علاوہ دو آدمی درکار ہوتے ہیں ایک آدمی ڈول کو جب کہ وہ کنویں کے منھ پر کھینچ کر پہنچتا ہے نالی میں انڈیلتا ہے دوسرا بیلوں کو ہانکتا ہے بیل جب آتے جاتے ہیں اور ڈول کو کھینچتے ہیں تو رسہ ان کے گوبر اور پیشاب سے تر ہوجاتا ہے اور یہی کنویں میں جاتا ہے اس طرح اس کا پانی گندا ہو جاتا ہے۔

ہندستانی شہر ایک دوسرے سے بہت گھٹتے ہیں۔ یہاں باغوں کے چاروں طرف دیواریں بنوانے کا

رواج نہیں ہے۔ زیادہ تر باغات میدانی علاقہ میں واقع ہیں برسات کے دنوں میں دریاؤں نہروں اور ندیوں کے کناروں پر جہاں عموماً گھاس اُگی ہوتی ہے سخت دلدل ہوجاتی ہے۔ آنا جانا بہت مشکل ہوتا ہے بعض جگہوں پر پانی بھر جاتا ہے اور تالاب کی شکل اختیار کر لیتا ہے ان مقامات کے لوگ ان تالابوں ہی سے اپنی ضرورتیں پوری کرتے ہیں ۔ یہاں کے شہر اور بستیاں آباد ہیں ۔ یہ جلد آباد ہوتے ہیں اور جلد ہی ویران ہوجاتے ہیں ۔

اگر یہاں کے لوگ کہیں بسنا چاہتے ہیں تو پہلے کنویں کھودتے ہیں اور تالاب بنا لیتے ہیں اور پھر پھونس اور بانس یا لکڑی کی مدد سے جھونپڑیاں کھڑی کر لیتے ہیں نہ دیواریں اٹھانے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں اور نہ اینٹیں اور پتھر تراشنے کی، دیکھتے ہی دیکھتے بستیاں آباد ہو جاتی ہیں ۔

جانور

ہند ستان کے جانوروں میں ہاتھی بہت اہم ہے
ہاتھی کالپی کے جنگلات سے دستیاب ہوتا ہے ۔ جیسے
جیسے جنگل کے اندر سفر کیا جائے گا اتنے ہی ہاتھی زیادہ
نظر آیئں گے لوگ اسی جنگل سے ہاتھی پکڑتے ہیں آگر ہ
اور مانک پور کے درمیانی علاقہ کے تیس چالیس گاؤں
کے باشندے تو زیادہ تر ہاتھی پکڑنے کا کام کرتے ہین
ہاتھی سدھ جانے کے بعد بڑا وفادار ہوتا ہے جو مالک
چاہے وہی کرتا ہے ۔ یہ بڑا قیمتی جانور ہے اس کی قیمت
مختلف ہوتی ہے جتنا بڑا ہوگا اتنی ہی قیمت ہوگی۔ عام
طور سے یہاں کے ہاتھی چار گز سے اونچے نہیں ہوتے۔
یہ جانور سونڈ کے ذریعہ ہی خوراک کھاتا اور اس کے ذریعہ
پانی پیتا اور چیزیں پکڑتا ہے اس کے منھ کے اگلے حصہ
میں دو بڑے سے دانت باہر کو نکلے ہوتے ہیں ان ہی
کے ذریعہ ہاتھی دیواروں کو توڑتا اور درختوں کو اکھاڑ لیتا
ہے یہ دانت بہت کام آتے ہیں ہاتھی دانت کی صنعت

نے اس کا نام پایا ہے ۔ ہندستان میں ہاتھی کی بڑی
اہمیت ہے ہر ایک بادشاہ کی فوج میں اس سے کام لیا
جاتا ہے جتنا بڑا بادشاہ ہوتا ہے اس کی فوج میں ہاتھیوں
کی تعداد اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے ۔ یہ دریاؤں کے اندر
گھس جاتا ہے اس کی پیٹھ پر جو کچھ لادا جائے اسے
دوسرے کنارے تک پہنچا دیتا ہے۔ بعض ایسے
چھکڑے جنھیں کھینچنے کے لیے کئی کئی سو آدمیوں کی
ضرورت ہوتی انھیں دو تین ہاتھی بڑی آسانی سے کھینچ
لے جاتے ہیں

اس کی خوراک بہت زیادہ ہے تین چار اونٹوں کا
کھانا وہ اکیلا کھاتا ہے ۔

ہاتھی کے بعد گینڈا ہے یہ بھی بہت بڑا جانور ہے
دو تین بھینسوں کی برابر موٹا ہوتا ہے اس کے ماتھے پر
پانچ انگل برابر ایک سینگ اگا ہوتا ہے اس کی کھال بہت
موٹی ہوتی ہے گھوڑے کی طرح اس کا پیٹ بھی ہلکا اور
چھوٹا ہوتا ہے اس کی دُم بھی گھوڑے سے مشابہ ہے
جس طرح اس میں ہڈی ہوتی ہے اس میں بھی ہوتی ہے

گھوڑے کے اگلے پاؤں میں بھی گٹے پائے جاتے ہیں
اسی طرح کے گٹے گینڈے کے بھی ہوتے ہیں۔
ہاتھی کے مقابلہ میں یہ زیادہ خوفناک اور خطرناک جانور ہے ۔ اسے سدھایا نہیں جا سکتا پشاور کے جنگلوں اور دریائے سارد کے آس پاس پایا جاتا ہے ۔ گینڈے کے بعد بھینسا بڑا حیوان جانور ہے وہ بھینس سے صورت میں ملتا ہے صرف اس کا جسم بھینس سے بڑا ہوتا ہے ۔

نیل گائے بہت خوبصورت اور قابلِ ذکر ہے اس کا سر نیلا اور قد گھوڑے کے برابر ہوتا ہے جسم گھوڑے سے نازک ہوتا ہے اس کی مادہ کا رنگ بارہ سنگے جیسا ہی ہوتا ہے چونکہ اس کا سر نیلا ہوتا ہے اس لیے اسے نیل گائے کا نام ملا ہے اس کے سر پر دو سینگ آگے ہوتے ہیں گردن میں چار پانچ لمبے بالوں کا گچھا ہوتا ہے اس کے کوہان ہوتا ہے اس لیے گائے سے بہت مشابہ ہے۔

کوتہ پا بھی یہاں کا مخصوص جانور ہے یہ ہرن کی ہی شکل اور اس کے ہی قد اور جسم جیسا ہوتا ہے۔ البتہ ہاتھ اور پاؤں ہرن کے پاؤں سے بہت چھوٹے ہوتے ہیں ۔ اس کی ٹانگیں چھوٹی ہوتی ہیں اس لیئے یہ تیز نہیں دوڑ سکتا ۔ یہ جنگل میں چھپا رہتا ہے ۔ اس کے پاؤں چھوٹے ہوتے ہیں اسی لیے اسے چھوٹے پاؤں والا نام ملا ہے ۔ ہرن کی ایک دوسری قسم کو کلہرہ کا نام دیا گیا ہے کیونکہ اس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے اس کی سب سے عجیب بات یہ ہے کہ نر کا رنگ تو سیاہ ہوتا ہے مگر مادہ کا رنگ سفید ہوتا ہے ۔ یہ ہرن عموماً پالا جاتا ہے اور بڑی آسانی سے سدھ جاتا ہے ۔

ہرنوں میں چھوٹے ہرن کی ایک خاص قسم ہوتی ہے یہ زیادہ سے [illegible] ایک سالہ میمنے کے برابر ہوتا ہے اس کا گوشت بہت لذیذ ہوتا ہے۔ یہاں چھوٹے قد کی گائے بھی حیوانات کی ایک خاص قسم ہے۔ بندر کو ہندستان کے جانوروں میں بہت اہمیت ہے ۔ اس کی نرالی حرکتوں کی وجہ سے لوگ اسے پال لیتے ہیں لوگ

اسے نچاتے ہیں اور اس سے پیسے کماتے ہیں ۔ اس کی ایک خاص قسم ہوتی ہے جس کا منہ سیاہ اور بال سفید ہوتے ہیں کالے رنگ کے بندر بھی پائے جاتے ہیں ان کا منہ بھی کالا اور بال بھی کالے ہوتے ہیں ۔ نیولا اور گلہری بھی یہاں کے خاص جانور ہیں ۔

مور ہند ستان کا خاص پرندہ ہے اس کے پر اور بال رنگ دار ہوتے ہیں اس کا قد اس کے رنگ سے الگ ہوتا ہے۔ نر کے سر پر تین انچ کے برابر ایک تاج ہوتا ہے ۔ مادہ کے یہ تاج نہیں ہوتا ۔ اس کا نر بہت خوبصورت ہوتا ہے مادہ کچھ خوبصورت نہیں ہوتی اس کے پر بھی بہت زیادہ رنگین نہیں ہوتے ۔ بعض مور بہت بڑے قد کے ہوتے ہیں یہ زیادہ نہیں اڑ سکتا اس لیے پہاڑی جنگلوں میں زیادہ پایا جاتا ہے ۔ اس کا گوشت بھی مزیدار ہوتا ہے طوطا بہت خاص جانور ہے جسے یہاں کے لوگ پال لیتے ہیں اور بولیاں سکھاتے ہیں باجور اور سوات کے علاقوں میں یہ بہت پایا جاتا ہے پانچ پانچ چھ چھ ہزار کی قطاریں ادھر سے ادھر فضا میں

اکثر اڑتی نظر آتی ہیں۔ جو طوطے پالے جاتے ہیں اس کا
سر سرخ اور پروں پر بھی سرخی ہوتی ہے جو طوطے
بولیاں بولتے ہیں ان کی چونچیں سرخ ہوتی ہیں۔

مینا بھی پالتو جانور ہے۔ یہ طوطے کی نسبت ذرا
دیر سے باتیں سیکھتی ہے۔ بنگال کی مینا باتیں سیکھنے
میں بڑی شہرت رکھتی ہے اس کا رنگ بالکل سیاہ ہوتا
ہے چونچ اور پاؤں زرد ہوتے ہیں آنکھیں سرخ ہوتی ہیں
یہ خوب باتیں بناتی ہے۔

موسم اور دنوں کی تقسیم

ہمارے ملک میں ہر سال چار موسم ہوتے ہیں مگر ہندستان
میں صرف تین موسم ہیں چار مہینے گرمی رہتی ہے چار مہینے سردی
بہار دکھاتی ہے اور چار مہینے برسات رہتی ہے یہاں کے مہینے چاند
کے مہینے کے وسط سے شروع ہوتے ہیں ان کے نام یہ ہیں
چیت۔ بیساکھ۔ جیٹھ۔ اساڑھ۔ ساون۔ بھادوں۔ کوار
۔ کاتک۔ اگن۔ پوس۔ ماھ۔ پھاگن۔

یہاں کے لوگوں نے ہر موسم میں دو دو مہینے گرمی

برسات اور سردی کے لیے مخصوص کر رکھے ہیں ۔ جیٹھ اور اساڑھ
گرمی کے لیے ساون ۔ بھادوں برسات کے لیے پوس اور ماہ
سردی کے لیے مخصوص مہینے ہیں ۔

ہند ستان میں دنوں کے نام یہ ہیں ۔

سنیچر ۔ اتوار ۔ سوموار ۔ منگل ۔ بدھوار بریستھوار اور شکروار

ہمارے وطن میں دن رات چوبیس حصوں یا گھنٹوں پر تقسیم
کیے گئے ہیں ہر گھنٹہ ساٹھ وقفہ کے ہوتے ہیں لیکن ہند ستان کے
لوگوں نے رات دن کو آٹھ حصوں پر بانٹ رکھا ہے ہر حصہ گھڑی
کہلاتا ہے رات بھی چار پہروں اور دن بھی چار پہروں پر تقسیم کیا
گیا ہے جس کا اعلان گھڑیال کے ذریعہ گھڑیالی کرتے ہیں ۔ یہاں
گھڑیال بڑے اہتمام سے بجایا جاتا ہے ۔ طباق کے برابر پیتل کے
گول ٹکڑے میں جو دو انچ موٹا ہوتا ہے اوپر کی طرف سوراخ کر
کے اسے کسی اونچی جگہ لٹکادیا جاتا ہے جس کے ساتھ ایک موگری
بھی ہر وقت لٹکی رہتی ہے ۔ گھڑیال کے نیچے ایک ناند پانی سے بھر
دیتے ہیں اور ایک کٹوری کے پیندے میں سوراخ کر کے پانی کے
سطح پر تیرادیتے ہیں کٹوری کے پیندے میں جو سوراخ ہوتا ہے
اس کے ذریعہ پانی آہستہ آہستہ کٹوری میں بھرنے لگتا ہے ۔ جب

کٹوری بھر جاتی ہے تو گھڑیالی اس کٹوری کو الٹ دیتے ہیں اور موگری سے گھڑیال پر چوٹ لگاتے ہیں اس کا مطلب یہ اعلان ہونا ہوتا ہے کہ ایک گھڑی بیت گئی ۔ یہ سلسلہ صبح سویرے سے شروع ہوتا ہے ۔ ہر مرتبہ جب کٹوری بھرتی ہے تو گھڑیال بجتا ہے اور یہ سلسلہ ایک پہر تک چلتا ہے ۔ پہر گذر جانے پر گھڑیال پر اتنی چوٹ لگائی جاتی ہے جتنی گھڑیاں گذر گئی ہوتی ہیں اس مسلسل چوٹ کو گجر کا نام ملا ہے ۔ پہلے پہر کا گجر رک کر بجتا ہے یہ اس بات کا اعلان ہوتا ہے کہ ایک پہر گذر گیا ۔ دوسرے پہر پر گجر بجانے کے بعد دو ضربیں پہلے کے انداز میں لگائی جائیں گی ۔ یہ دوپہر کے گذر جانے کا اعلان ہوگا اس طرح تین پہر گذر نے پر تین ضربیں ۔ چار پہر گذرنے پر جبکہ شام ہوجاتی ہے اور سورج غروب ہوجاتا ہے چوتھے پہر کا گجر بجتا ہے اور گھڑیال پر گھڑیالی چار چوٹ لگاتا ہے ۔ یہ دن کے تمام ہوجانے کا اعلان ہوتا ہے یہی کیفیت رات کی گھڑیوں اور پہروں کے اعلان کی ہوتی ہے ۔

میں نے اس میں ترمیم کی اور حکم دیا کہ ہر پہر کی گھڑیال بجانے کے بعد کسی قدر رک کر اس پہر کا اعلان بھی کیا جائے تاکہ معلوم ہوسکے کہ یہ گھڑیال پہلے کی ہیں یا دوسرے، تیسرے یا چوتھے

کی ۔ یہ ترمیم مفید رہی ہر گھڑی ساٹھ پلوں پر تقسیم کی گئی ہے ایک بار آنکھ بند کرنے اور کھولنے میں جو وقت لگتا ہے اسے پل کہا گیا اس طرح ایک دن رات میں ستر ہزار دو سو پل ہوتے ہیں ۔

ہندی وزن

ہندی وزن کے حساب سے آٹھ رتی میں ایک ماشہ، چار ماشہ کا ایک ٹانک۔ پانچ ماشہ کا مثقال، چالیس رتی، بارہ ماشے کا ایک تولہ، اور ۸۰ تولہ کا ایک سیر اور چالیس سیر کا ایک مَن اور سو من کا جنبلسا ۔ ٹانک عموماً جواہر اور موتی تولنے میں استعمال ہوتا ہے۔

گنتی

ہندستانیوں کی گنتی کا حساب یہ ہے کہ دس سو کا ایک ہزار ۔ سو ہزار کا ایک لاکھ ۔ سو لاکھ کا ایک کروڑ اور سو کروڑ کا ایک ارب اور سو ارب کا ایک کھرب ۔ سو کھرب کا ایک نیل ۔ سو نیل کا ایک پدم اور سو پدم کا ایک سانک بنتا ہے ۔

ہندستان کا گھوڑا اچھا نہیں ہوتا ۔ یہاں برف نہیں ملتی نہ گرمیوں میں ٹھنڈا پانی ہی مہیا ہوتا ہے ۔ یہاں مدرسوں کا رواج نہیں ہے گھروں میں شمعدان استعمال نہیں ہوتے البتہ چیکٹ کا رواج ہے۔

باغوں اور مکانوں میں نہریں جاری کرنے کا رواج نہیں ہے ۔ ہندستان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ ایک بڑا ملک ہے اس میں سونا چاندی بہت بڑی تعداد میں ہے ۔ برسات کے موسم میں جو ہوا چلتی ہے وہ بہت لطف دیتی ہے یہاں کی برسات میں کبھی کبھی تو ایک دن میں دس دس پندرہ پندرہ بیس بیس بار آسمان سے مینھ برستا ہے ۔ برسات میں ہر طرف جل تھل ہوجاتے ہیں ۔ جہاں پانی کی بوند نہیں ہوتی وہاں ندی نالے بہنے لگتے ہیں۔

بارش کے زمانے میں اور اس کے بعد بہت ٹھنڈی ہوا چلتی ہے ۔ یہاں برسات کی عجیب خصوصیت یہ ہے کہ تیر بالکل بیکار ہو جاتے ہیں صرف تیر ہی نہیں، کتابیں۔ لباس اور دوسرا سامان بھی سیل جاتا ہے ۔

کبھی کبھی برسات کے دنوں کے علاوہ گرمی میں بھی ہوا خوب چلتی ہے۔ کبھی کبھی تو ہوا کا زور اتنا ہوتا ہے کہ آندھی کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

ہندستان میں پیشوں کی تقسیم خوب ہے ایک ہی پیشہ کے لوگ کثرت سے ہوتے ہیں ضرورت پر ہزاروں آدمی ایک ہی کام کرنے والے مل جاتے ہیں۔ ملّا شرف الدین نے ظفر نامہ میں لکھا ہے کہ جب پتھروں سے جامع مسجد بنائی جانے لگی تو دو سو سنگ تراش (پتھر توڑنے اور اس پر کام کرنے والے) آذر بائیجان، فارس اور ہندستان سے جمع کیے گئے۔

اس کے مقابلہ میں ان لوگوں کی زیادتی کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ میں نے جو عمارت آگرہ میں بنوانا شروع کی اس کے لیے صرف آگرہ ہی سے چھ سو اسی (۶۸۰) سنگ تراش جمع کر لیے اس کے علاوہ سیکری۔ بیانہ۔ دولت پور۔ گوالیار اور کول میں جو عمارتیں شروع کر رکھی ہیں ان میں (۱۴۹۱) چودہ سو اکیانوے سنگ تراش کام کر رہے ہیں۔ اس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ ہندستان کے خاص خاص پیشوں میں کتنے ہزار لوگ لگے ہوئے ہیں۔

میں نے اس وقت تک جو ملک فتح کیا ہے اس کی حد بھیرہ سے شروع ہوتی ہے اور بہار تک چلی گئی ہے۔ اس ملک کی سالانہ آمدنی باون کروڑ روپیہ ہے ۔ انیس کروڑ آمدنی کا علاقہ راجوں اور رئیسوں کے پاس ہے وہ مجھے خراج ادا کرتے ہیں ۔

خزانوں کی تقسیم

یہ رجب کی انتیسویں تاریخ تھی اور ہفتہ کا دن تھا جب کہ میں نے بعض خزانوں کی تقسیم کی ۔ ہمایوں مرزا کو ستر لاکھ روپیہ تو صرف ایک خزانہ سے دئے اس کے علاوہ کئی خزانہ بند کے بند ہی اس کے سپرد کر دیئے ۔ اُن لوگوں کو بھی جو جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے انعام دیا گیا۔ کامران مرزا جو کابل میں تھا اسے ستر لاکھ روپیہ بھجوائے ، محمد زماں کو پندرہ لاکھ ہندوال اور عسکری کو بھی اتنا ہی انعام دیا گیا۔ ان لوگوں کو قیمتی کپڑے اور اشرفیاں بھی بھجوائی گئیں۔ سمرقند اور خراسان کے عالموں کو بھی نذرانے بھجوائے ۔ مکہ مدینہ میں بھی اشرفیاں اور روپیہ بھجوائے۔ کابل کے تمام رہنے والوں کو ایک ایک شاہرخی (اشرفی) دی گئیں

تاکہ یہ لوگ بھی اس فتح کی خوشی میں شریک ہوسکیں ۔
میں نے جس وقت آگرہ پر قبضہ کیا اور میری فوج شہر میں گھسی تو لوگ ڈر کر جنگل میں چھپ گئے ۔ یہ گرمی کا موسم تھا ۔ میری فوج کو اپنے لیے اناج اور گھوڑوں کے لیے چارہ حاصل کرنے میں بہت دشواری آئی سورج آگ برسا رہا تھا میری فوج کے اچھے اچھے سپاہی جی چھوڑ گئے ہند ستان میں ٹھہرنے کو ان کا جی نہ چاہتا تھا ۔ سپاہی تو سپاہی اچھے اچھے امراء جیسے خواجہ کلاں یہاں سے گھبرا گئے مجھے جب ان کی حالت کا اندازہ ہوا تو میں نے ان کو اکٹھا کیا اور سمجھایا کہ اللہ نے اتنی کوشش کے بعد تو یہ دن دکھایا ہے کہ ہم اتنے بڑے ملک کے مالک بن گئے ہیں اگر ہم اس ملک کو چھوڑ جائیں تو اس سے سوائے پریشانی کے کچھ حاصل نہ ہوگا ۔ یہ تو اللہ کی دی ہوئی نعمت ہے اسی کے ساتھ ساتھ میں نے انھیں بتایا کہ جو لوگ کابل جانا چاہیں انہیں واپسی کی اجازت ہے کوئی روک ٹوک نہیں ۔ بہت سے لوگ تو مطمئن ہو گئے لیکن خواجہ کلاں اور میر میراں کا دل نہ مانا اس لئے انہیں جانے کی اجازت دے دی اور ان کے ساتھ تحفے کابل کو "

ملا آپاق جو تین سال پہلے اپنے سب ساتھیوں کے ساتھ میرے ساتھ آکر مل گیا تھا میں نے اسے کوئل کی طرف جانے کا حکم دیا اسی سے اس علاقہ کے دوسرے امیروں کے نام پیغامات بھجوائے کہ وہ میری اطاعت قبول کریں ۔ شیخ گھورن تو فوراً ہی حاضر ہوا اور بڑے خلوص سے ملا ۔ علی خاں میوات چلا گیا تھا اس کے پاس اس کے بیٹوں کو بھجوایا وہ اسے منالائے اور میں نے اس کا دل رکھنے کے لئے اسے ۲۵ لاکھ سالانہ آمدنی کی جاگیر دی ۔ میری اس ترکیب نے بڑا فائدہ پہنچایا ۔ شیخ بایزید جو مصطفی فرملی کا بھائی تھا اور جو ابراہیم لودھی کا خاص افسر تھا فیروز خاں ۔ محمود خان اور قاضی ضیاء کو ساتھ لے کر میرے پاس آیا میں نے اس کی خوب آؤ بھگت کی اور ان میں سے ہر ایک کو اس کی توقع سے بڑھ کر جاگیر بخشی فیروز خاں کو ایک کروڑ روپیہ کی جاگیر جونپور کے علاقہ میں دی شیخ بایزید کو بھی ایک کروڑ روپیہ کی جاگیر دی ۔ محمود خان کو غازی پور میں نوے لاکھ پینتیس ہزار اور قاضی ضیاء کو بیس لاکھ آمدنی کا علاقہ دیا ۔

ملک قاسم اور بابا قشقہ کو سنبھل روانہ کیا جنہوں نے سنبھل پر قبضہ کر لیا۔

بیانہ کا قلعہ بہت مضبوط اور مشہور قلع ہے اسوقت وہاں کا حاکم نظام خاں تھا۔ میں نے اسے بھی پیغام بھیجا مگر وہ اسکے لیے تیار نہیں ہوا اسی طرح رانا سانگا نے میری مخالفت کرنی شروع کردی تھی۔یہ خبر ملی کہ نصیر خاں لوخانی نے معروف فرملی کے ساتھ مل کر چالیس پچاس ہزار فوج جمع کر لی اور قنوج پر قبضہ کر کے دو تین پڑاؤ ادھر اپنی چھاؤنی ڈال لی۔میرے لیے یہ ضروری ہوگیا کہ ان کے خلاف کارروائی کروں چنانچہ میں نے خود پہلے نصیرخاں کے خلاف لڑائی پر جانے کا ارادہ کیا مگر ہمایوں نے درخواست کی کہ یہ مہم اسے سونپ دی جائے امرا کو بھی یہ رائے پسند آئی اور تیرھویں ذی قعدہ کو ہمایوں اس مہم کا سر براہ بن کر آگرہ سے روانہ ہوا اور اپنی منزل کی طرف چل پڑا۔

میری بہت بڑی خواہش تھی کہ آگرہ میں باغ لگوائے جائیں چنانچہ ذی قعدہ کی بیس تاریخ کو اپنی اس

خواہش کو عملی جامہ پہنانے کے لیے نکلا ۔ جمنا کے پار کئی مقام دیکھے مگر وہ اجاڑ اور گندے تھے لیکن ان کے علاوہ کوئی جگہ نہ تھی اس لیے حکم دیا کہ یہی جگہیں ہموار کر لی جائیں ۔

سب سے پہلے ایک بہت بڑا کنواں کھدوایا پھر درختوں کے لیے جگہ ہموار کی پھر ایک حوض اور بارہ دری تعمیر کرائی بعد میں خلوت خانہ کی عمارات اور باغات تیار ہوئے جن میں قسم قسم کے پھول اور پھل دار پودے لگوائے

چونکہ میں ہندستان کی گرمی ۔ آندھی اور گرد و غبار سے بد دل ہوں اس لیے میں نے ان تینوں سے بچنے کے لیے ایک حمام بنوایا جو گرمی میں سخت ٹھنڈا ہوتا ہے تینوں عمارتیں خلوت خانہ ۔ حمام اور حوض پتھروں سے بنوائے خاص خاص جگہوں پر سنگ مرمر استعمال کیا باقی عمارت سنگ سرخ کی ہے جو بیانہ سے منگوایا گیا

آگرہ کے قریب یونس علی اور خلیفہ شیخ زین نے بھی دریائے جمنا کے کنارے کئی حوض ، بارہدریاں اور

باغیچہ بنوائے ۔ کنویں بھی کھدوائے اور دیال پور و لاہور کے نمونے کے رہٹ نصب کرائے ہیں اور پانی بہالیا ہے چونکہ ہندستانیوں کے لیے یہ عمارتیں بالکل نئی تھیں اس لیے انھوں نے اس علاقہ کا نام جہاں یہ عمارتیں بنیں کابل رکھ دیا ۔

ابراہیم لودھی کے محل اور شاہی قلعہ کے درمیان زمین کا ایک قطع بے آباد تھا میں نے وہاں بھی ایک عمارت کھڑی کردی ہے یہاں میں نے پتھروں کی ایک مسجد بھی بنوائی ہے جو ہندستانی وضع کی ہے ۔

(اکتوبر ۱۵۲۶ء) ۹۳۳ ھجری کے محرم کے مہینہ میں جو اس سال کا پہلا مہینہ ہے میرے یہاں ایک اور بچہ ہوا جس کا نام میں نے فاروق رکھا ۔ یوں تو ہمایوں کو جس کام کے لیے بھیجا تھا وہ اس میں کامیاب ہوا لیکن چونکہ ابھی کئی قلعہ مثلاً بیانہ فتح نہیں ہوا تھا اس لیے استاد علی قلی کو حکم دیا کہ ایک بڑی توپ تیار کرے علی قلی نے میرے حکم کی تعمیل میں بھٹیاں تیار کیں اور ۲۵ محرم کو میرے حضور میں درخواست پیش کی، کہ میں

توپ ڈھلنے کا تماشہ دیکھنے بھٹیوں پر آؤں ۔ میں تماشہ کے لیے پہنچا تو دیکھا علی قلی نے آٹھ بھٹیاں پاس پاس بنا رکھی تھیں ۔ پہلی بھٹی کی تہہ میں ایک ایسی نالی تعمیر کی تھی جو دوسری بھٹی سے ہوتی ہوئی ساری بھٹیوں تک پہنچتی تھی یہ نالی سانچے سے جوڑدی گئی تھی میرے سامنے بھٹیوں کی نالیوں کا جیسے ہی منہ کھلا سیال مادہ بہتا ہوا سانچے میں آن پہنچا لیکن سانچا پوری طرح نہ بھرا تھا کہ نالیوں سے آنے والا سیال مادہ ختم ہوگیا اور سانچا مکمل نہ ہو سکا علی قلی خاں کو بڑی شرمندگی ہوئی لیکن میں نے اس کے دل رکھنے کے لیے اسے انعام دیئے سانچے کے ٹھنڈا ہونے پر پتہ چلا کہ توپ کی نالی اور دہانہ گولہ بھرنے کی جگہ ٹھیک ٹھیک بنی ہے اور وہ کار آمد ہو سکتی ہے۔

ہمایوں نے مہدی خاں کے ذریعہ فتح خاں شیروانی کو میرے پاس بھجوایا ۔ میں نے فتح خاں کو خوش آمدید کہا اور اسے اس کے باپ آعظم ہمایوں کی جاگیر بحال کر دی اور ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ کی مزید جاگیر بخشی

ہندستان میں خطاب دینے کا رواج تھا اور بڑے سرداروں کی ترقی کی علامت کے طور پر دربار سے انھیں خطاب ملتے تھے فتح خاں شیروانی کے باپ کو سرِاعظم ہمایوں کا خطاب ملا ہوا تھا چونکہ میرے ولی عہد کا نام ہمایوں ہے اس لیے میں نے یہ خطاب موقوف کر دیا اور شیروانی خاں کو خانِ جہاں کا خطاب دیا۔

اس وقت تاتار خاں سارنگی خالی گوالیار پر قابض تھا۔ رانا سانگا آگے بڑھتا آرہا تھا اس لیے تاتارخاں نے میرے پاس پیغام بھیجا۔ میں نے رحیم داد خاں کو یہ کام سپرد کیا۔ رحیم دادخاں جب گوالیار پہنچا تو تاتار خاں کا ارادہ بدل گیا۔ شیخ محمد غوث گوالیار کے بہت بڑے درویش تھے انھوں نے تاتارخاں کے ارادہ سے خبر دار کر دیا۔ رحیم دادخاں نے ایک ترکیب نکالی اس نے تاتارخاں کے پاس پیغام بھیجا کہ باہر ہندو بہت جمع ہیں ہمیں رات گزارنے کی اجازت دے دو۔ تاتارخاں نے اجازت دے دی اور اسی کے ساتھ ایک دروازے پر ہمارے آدمی بھی پہرہ پر مقرر کر دیئے رات کے درمیان

رحیم داد خاں نے دروازہ کھول کر تمام مغل فوج کو داخل کرلیا اور اس طرح گوالیار پر قبضہ ہوگیا۔ میں نے رحیم داد خاں کو بیس لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر بخشی۔

دھولپور کا حاکم محمد زیتون تھا اس نے بھی قلعہ میرے آدمیوں کے سپرد کر دیا اور میری خدمت میں حاضر ہوا میں نے لاکھوں کی آمدنی والی جاگیر اسے دی۔

ربیع الاول کی سترھویں تاریخ تھی جمعہ کا دن تھا کہ مجھے زہر کھلا دیا گیا۔ یہ زہر کا واقع اس طرح ہے کہ ابراہیم لودھی کو جب معلوم ہوا کہ میں نے ابراہیم لودھی کے سابق ہندستانی باورچیوں میں سے چار کا انتخاب کیا ہے اور ان کا پکایا ہوا کھانا ان دنوں کھاتا ہوں تو ابراہیم لودھی کی ماں نے انھیں بلا لیا۔ انھیں چار پرگنوں کا لالچ دیا گیا۔ ان سے یہ طے ہوا کہ وہ مجھے زہر دے دیں جس خاص ملازمہ کے ہاتھ احمد کو زہر بھجوایا اس کے پیچھے ایک دوسری ملازمہ بھی روانہ کی تاکہ وہ دیکھ سکے کہ پہلی ملازمہ نے زہر کی پڑیا احمد باورچی کے سپرد کی یا نہیں دوسری ملما کے ذریعہ احمد کو یہ پیغام بھی دیا گیا کہ زہر دیگچی میں

پکتے کھانے کے بجائے پلیٹ میں ڈالا جائے اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے باورچی کو یہ حکم دے رکھا تھا کہ کھانا پکتے وقت دیگچی ہی میں کھانا چکھا جائے۔

باورچی نے آدھا زہر اس پلیٹ پر چھڑک دیا جس میں روٹیاں رکھی تھیں اور آدھا زہر اس خیال سے رکھ لیا کہ جب سالن پیالے میں ڈالا جائے گا تو یقیناً زہر اس میں چھڑک دے گا مگر اسے اس کی ہمت نہ ہوئی اور اس نے آدھا زہر چولہے میں ڈال دیا۔

جمعہ کا دن تھا ۔ نماز کے بعد میرے سامنے دسترخوان بچھا ۔ خرگوش۔ انڈوں کا قلیہ اور قاز کا گوشت پکایا گیا۔ خرگوش بھی کھایا انڈوں کا قلیہ اور بوٹیاں بھی مگر ہر چیز بے مزہ تھی۔ کھاتے ہی دل متلانے لگا۔ ذرا سی دیر کے بعد بڑے زور کی قے ہوئی مجھے کبھی شراب پیتے وقت بھی قے نہ ہوئی تھی۔ قے ہونے سے شبہ ہوا اور میں نے حکم دیا کہ جو کھانا دسترخوان پر لایا گیا ہے اسے کتے کو کھلایا جائے اور اس کتے کو باندھ کر اس کی دیکھ بھال کی جائے۔

اس لیے کتے کو کھانا کھلا کر باندھ دیا گیا۔ دوسرے دن تک کتے کا برا حال رہا اس کا پیٹ بری طرح پھول گیا تھا اسے مار مار کر اٹھانے کی کوشش کی گئی لیکن وہ نہیں اٹھا اسے الٹا لٹکایا گیا اور اس طرح اسے بچا لیا گیا۔ کتے کی طرح دو چیلوں کو بھی کھانا کھلایا گیا وہ بھی عذاب میں مبتلا رہیں ایک تو قے پر قے کرتی رہی لیکن وہ بھی بچ گئیں۔ اللہ نے مجھے دوبارہ زندگی دی

کتے اور چیلوں کی یہ حالت دیکھ کر میں نے سلطان محمد بخش کو حکم دیا کہ وہ باورچی سے پوچھ گچھ کریں باورچی نے اپنے جرم کو مان لیا اور سب کچھ تفصیل سے بتادیا۔

میں نے دربار کیا اور کھلے دربار میں امیروں اور وزیروں کے سامنے باورچی۔ چاشنی گیر اور دونوں عورتوں کو بلایا اور سب کے سامنے ان سے پوچھ گچھ کی گئی۔ انھوں نے سب کچھ بتا دیا۔ چاشنی گیر کے ٹکڑے ٹکڑے کرادئے۔ باورچی کی کھال کھنچوائی ایک عورت کو ہاتھی کے پاؤں سے کچلوادیا دوسری کو گولی مار دی۔

میں نے علاج کے طور پر گل مختوم کو دودھ کے ساتھ پیا۔ اگلے روزگلِ مختوم اور تریاق فاروق کو ملا کر دودھ کے ساتھ لیا مجھے خوب قے ہوئی اور کالا کالا پانی نکلا خدا کا شکر ہے کہ اب اچھی طرح ہوں میں نہ جانتا تھا کہ جان ایسی عزیز چیز ہوتی ہے سچ ہے جسے مرنے کی نوبت آجاتی ہے وہی جان کی قدر جان جاتا ہے اب بھی اس واقعہ کا اور اس حادثہ کا جب خیال آجاتا ہے تو بے ساختہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ۔ اللہ کا شکر کس زبان سے ادا کروں کچھ دن زندگی کے باقی تھے کہ یہ مصیبت خیریت کے ساتھ ٹل گئی

ابراہیم کی ماں یعنی جسے میں بوا کہتا تھا انھوں نے چونکہ یہ حرکت کی تھی اس لیے انھیں بھی سزا دی۔ پکڑوایا مال و اسباب لونڈی اور غلام وغیرہ کو ضبط کر کے عبدالرحیم کے سپرد کیا کہ وہ نگرانی کرے ۔ ابراہیم کے خاندان کے لوگوں کو میں نے بہت عزت و محبت سے رکھا تھا۔ اب ان کا یہاں رکھنا ٹھیک نہیں تھا اس لیے ان سب کو کامران مرزا کے پاس کابل بھجوادیا۔

اس درمیان ہمایوں نے جونپور فتح کرلیا تھا اور نصیر خاں کے سر پر جا پہنچا۔ ہمایوں کے آنے کی خبر سن کر غازی خاں کے پٹھان بھی بھاگ گئے انہی دنوں مہدی خواجہ کے پاس سے بار بار آدمی آرہے تھے جن سے یہ پتہ چلا رانا سانگا آگے بڑھتا چلا آرہاہے اور ہمارے علاقہ میں داخل ہو چکا ہے میں نے یہ خبریں پائیں تو ارادہ کر لیا کہ رانا سانگا سے لڑوں گا اور آگے بڑھ کر اس کا راستہ روک لوں گا۔ حسن خاں میواتی گو بہ ظاہر ہمارے ساتھ تھا اور خود بھی کئی بار حاضر ہوا۔ اس کا بیٹا پانی پت کی لڑائی میں میرے ہاتھ لگا تھا اور میری قید میں تھا اس لیے حسن خاں نے اس کی رہائی کی خوشامد کی درباریوں نے بھی اس کی سفارش کی اس لیے میں نے دونوں سے وعدہ لے کر اور اسے انعام دے کر رخصت کر دیا۔

اس ظالم نے بے وفائی کی اور اس کے بعد بغاوت کر دی اور الور سے نکل کر رانا سانگا سے جا ملا۔

رانا سانگا سے مقابلہ کے لیے ہم نے علی قلی کو

توپ کے ڈھالنے کا حکم دیا تھا۔ اس نے وہ توپ ڈھال لی اور مجھے دعوت دی کہ میں اسے دیکھ لوں۔ میں ہفتہ کے روز بیس تاریخ کو توپ سے پہلا گولا داغنے کا تماشہ دیکھنے کے لیے موقع پر پہنچا۔ عصر کا وقت تھا۔ علی قلی نے توپ میں پہلا گولا بھرا۔ اس گولے نے چھ سو قدم تک مار کی میں نے علی قلی کو ایک جڑاؤ خنجر اور لباس شاہی انعام میں دیا۔

جمادی الاولیٰ کی نویں تاریخ کو دو شنبہ کے دن میں رانا سانگا سے لڑنے کے لیے آگرہ شہر سے روانہ ہوا۔ شہر سے نکل کر میدان میں پڑاؤ ڈالا تین چار دن تک یہیں خیمے گڑے رہے تاکہ جو فوج ادھر ادھر تھی یہیں آکر مل جائے۔

اس درمیان میں رانا سانگا نے بیانہ میں تباہی مچا دی اور لوگ وہاں سے پریشان ہو کر میرے پاس آنے لگے ۔ میں نے لڑائی کی تیاری کی ۔ دشمن نے پہلے دستہ کو کافی نقصان پہنچایا۔ اور وہ پریشان ہو کر پیچھے لوٹنے لگے۔ میں خود سوار ہو کر آگے بڑھا تو معلوم ہوا کہ دشمن

نے پیش قدمی روک دی ہے۔

میں نے کابل سے شراب منگائی تھی اور بابا دوست سوجی اونٹوں کی تین قطاروں پر شراب کے مٹکے بھر کر لے آیا۔ اسی درمیان محمد شریف نجومی نے یہ بات پھیلادی کہ اس وقت مریخ ستارہ مغرب میں ہے اور یہ بات منحوس ہے اس لیے ہار ہوگی۔ اس بات نے میری فوج کے دل دہلا دیئے۔

جمادی الثانی کی ۲۳ ویں تاریخ تھی منگل کا دن تھا جب کہ میں اپنی فوج کا معائنہ کر رہا تھا یکایک خیال آیا کہ کیوں نہ شراب سے توبہ کرلوں یہ ارادہ کرکے میں نے شراب سے توبہ کر لی۔ شراب کے تمام سونے چاندی کے برتنوں کو توڑ دیا۔ اور جتنی شراب اس وقت چھاؤنی میں موجود تھی سب کی سب پھنکوادی۔ شراب کے برتنوں سے جو سونا چاندی ملا اسے فقیروں میں تقسیم کردیا میرے اس کام میں میرے ساتھی عس نے بھی شرکت کی میری توبہ کی خبر سن کر میرے ساتھی امراء میں سے تین اشخاص نے اسی رات توبہ کرلی۔ بابا

دوست چونکہ اونٹوں کی کئی قطاروں پر شراب کے بے شمار مٹکے لاد کر کابل سے آیا تھا اور یہ شراب بہت تھی اس لیے اسے پھنکوانے کی بجائے اس میں نمک شامل کر دیا تاکہ وہ سرکہ کی شکل اختیار کر لے۔ جس جگہ میں نے شراب سے توبہ کی اور شراب گڑھوں میں انڈیلی وہاں توبہ کی یاد گار کے طور پر ایک پتھر نصب کرا یا اور ایک عمارت تعمیر کرائی۔

میں نے یہ ارادہ بھی کیا تھا کہ اگر اللہ تعالی رانا سانگا پر فتح بخشیں گے تو میں اپنی سلطنت میں ہر قسم کے محصول معاف کردونگا۔ میں نے اس معافی کا اعلان کرنا ضروری جانا اور محرّروں کو حکم دیا کہ اس مضمون کے فرمان جاری کریں اور دور دور اس کی شہرت دی جائے

فوج میں دشمن کی زیادہ تعداد کی وجہ سے بد دلی پھیل گئی تھی اس لیے میں نے پوری فوج کو ایک جگہ جمع کر کے تقریر کی ۔

جو بھی اس دنیا میں آیا ہے اسے مرنا ہے ۔ زندگی خدا کے ہاتھ میں ہے اس لیے موت سے نہیں ڈرنا

چاہیے۔ مجھ سے تم لوگ اللہ کے نام پر قسم کھاؤ کہ موت کو سامنے دیکھ کر منہ نہیں موڑو گے اور جب تک جان باقی ہے لڑائی جاری رکھو گے۔

میری تقریر کا بہت اثر ہوا۔ اس سے فوج میں جوش بھر گیا لڑائی جم کر ہوئی اور آخر میری فتح ہوئی۔ یہ فتح ۹۳۳ ھجری میں ہوئی (۱۵۲۷ء) میں آگرہ کی جانب بڑھا اور آگرہ کے تخت پر بیٹھا۔

اس فتح کے کچھ عرصہ کے بعد مجھے خیر آباد کی فتح نصیب ہوئی۔ ہمایوں کو میں کابل بھیج چکا تھا لیکن مجھے خبر ملی کہ کابل جاتے ہوئے وہ دہلی میں رکا اور اس نے وہاں موجود سر بہ مہر خزانوں کی مہریں بلا اجازت توڑ دی ہیں اور ان میں سے سونا چاندی اور روپیہ نکال لیا ہے۔

مجھے اس کی یہ حرکت سخت ناپسند ہوئی اور میں نے اُسے بڑا سخت سست لکھا۔

ذی الحجہ کی دوسری تاریخ سے میں نے اپنا دیوان مرتب کرنا شروع کیا میں نے اس وقت تک پانچ سو شعر کہے ہیں۔

۱۵۲۷ (۹۳۴ ھجری) ربیع الاول کی چودھویں تاریخ کو چندیری کا سفر اختیار کیا سوچا کہ اسے بھی فتح کیا جائے اس وقت یہ میدنی راؤ کے پاس تھا جسے رانا سانگا نے ابراہیم لودھی سے چھین کر راجہ بنایا تھا۔

چندیری ۱۵۲۷ء ۹۳۴ ھجری میں فتح ہو گیا۔ یہ چندیری بہت خوبصورت اور خوش منظر علاقہ ہے اس کے آس پاس بہت سے آبشار گرتے ہیں ایک ندی بھی بہتی ہے شہر کے قریب ایک تالاب پھیلا ہے صرف وہ حصہ خالی ہے جس پر دہری فصیل بنی ہے اور جس پر سے ہم نے حملہ کا آغاز کیا اس بڑے تالاب کے علاوہ قلعہ کے سامنے تین اور تالاب بنے ہیں۔ شہر کے سارے مکانات پتھروں سے بنائے گئے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ امیروں کے مکانات جن پتھروں سے بنے ہیں انھیں تراشا گیا ہے اور غریبوں کے مکانوں میں پتھر اسی طرح لگے ہوئے ہیں۔ چندیری سے قریب ندی کا پانی بڑا میٹھا تندرستی کے لیے مفید ہے۔

حندیری سے میں قنوج کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ

کے تمام علاقے فتح کرتا ہوا لکھنؤ کے قریب پہنچ گیا۔ اور گومتی کے کنارے ٹھہرا جمعہ کے دن محرم کی تیسری تاریخ کو میرا بیٹا عسکری حاضر ہوا میں اسے ملتان روانہ کرنا چاہتا تھا۔ محرم کی پانچویں تاریخ کو میں نے گوالیار کی سیر کا ارادہ کیا اور دریا پار کر کے آگرہ پہنچا۔ پانچ کوس چل کر ایک بڑے تالاب پر ٹھہرا رات یہیں گذاری۔ فجر کی نماز بہت صبح پڑھ لی اور پھر چل پڑا دوپہر کو کیسر ندی پر اترا اور ظہر کی نماز پڑھ کر تیسرے پہر وہاں سے روانہ ہوا۔ عصر کے وقت دھولپور پہنچا اور دھولپور سے ایک کوس مغرب کی طرف جو باغ میں نے خود تیار کرایا تھا اس میں ٹھہرا۔

اس جگہ پہاڑ کی چوٹی پر سرخ پتھر کی ایک بڑی سی چٹان ہے یہ چٹان اتنی بڑی ہے کہ اسے کھود کر ایک اچھا خاصا مکان تیار ہو سکتا ہے۔ میں نے پتھروں کو کاٹنے والوں میں خاص طور سے استاد شاہ محمد کو حکم دیا کہ یہ کام کروائے مگر جب کام شروع ہوا تو معلوم ہوا پتھر تنا اونچا نہیں ہے کہ اس میں ایک مکان بن سکے اسلیے

یہ ہدایت کی کہ گھر کی بجائے حوض بنا ڈالے۔

یہ بڑی پر فضا جگہ ہے اور پورے ماحول میں آموں ، جاموں اور اس قسم کے پھلوں کے بہت سے درخت ہیں ان درختوں کے درمیان ایک کنواں کھدوایا جو دس گز گہرا تھا یہ کنواں اس لیے تیار کروایا کہ اس میں سے پانی نکلواکر اس حوض میں ڈالا جائے جو حوض بن رہا تھا اس حوض کی مغرب کی طرف وہ بند ہے جو سلطان سکندر لودھی نے بنوایا تھا۔ بند کے اوپر ایک بڑا تالاب خود بن گیا ہے جس میں برسات کا پانی جمع رہتا ہے۔ کیونکہ تالاب کےچاروں طرف پہاڑ واقع ہے میں نے حکم دیا کہ اس تالاب کی مشرق کی جانب پتھر کا ایک چبوترہ بنوایاجائے اور مغرب کی طرف ایک مسجد بنائی جائے۔

میں دو دن تک خود اس کام کی دیکھ بھال کے لیے رکا رہا جمعرات کے دن یہاں سے روانہ ہو کر چنبل ندی پار کی اور دوسرے کنارے پر ظہر کی نماز پڑھی۔ یہ برسات کا زمانہ تھا دریا زوروں پر تھا اسلیے گھوڑوں نے

تیر کر دریا پار کیا اور میں کشتی میں چڑھا اود ددیا سے پار ہوا اس دن محرم کی دسویں تاریخ تھی۔ میں نے دوپہر ایک گاؤں میں بسر کی اور وہاں سے چل کر عشا کی نماز کے وقت گوالیار پہنچ گیا۔

جب پچھلے سال یہاں آیا تھا تو شہر سے ایک کوس دور شمال کی طرف ایک باغ تیار کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہ باغ تیار ہو چکا تھا میں اسی باغ میں ٹھہرا. صبح کو راجہ مان سنگھ اور بکر ماجیت کے سارے محل دیکھے۔ یہ محل بہت عمدہ۔ شاندار اور عجیب وغریب ہیں۔ یہ سب کے سب پتھروں سے بنے ہیں ان میں راجہ مان سنگھ کا محل بہت خوبصورت اور عمدہ ہے۔ اس کی بلندی کوئی پچاس گز ہے اور سارے کا سارا پتھر سے تراشا گیا ہے کہیں کہیں دو دو، تین تین اور چار چار منزلیں ہیں نیچے کی منزل بہت اندھیری ہے میں نے شمع جلوائی اور اس کی روشنی میں اس محل کا نچلا حصہ دیکھا اس محل کے چاروں کونوں میں چار برج بنے ہیں اور ہر برج میں بڑے برج کے ساتھ چھوٹی برجیاں بھی بنی ہیں جن کے

اوپر سنہری کلس ہیں دیواروں پر ہرے رنگ کی چینی سے سجاوٹ کی گئی ہے مشرق کی طرف جو برج ہے اس کے نیچے ایک دروازہ ہے اس کا نام ہتیا پول ہے کیونکہ اس دروازہ کے باہر ہاتھی کی مورتی بنی ہے جو پتھر سے بنی ہے اس سے ملی ہوئی ایک عمارت اور ہے جس کی چار منزلیں ہیں۔

راجہ مان سنگھ کے بیٹے راجہ بکرما جیت کے محل اس کے باپ کے محل کی نسبت کم خوبصورت ہیں۔ راجہ مان سنگھ کے محل کے اندر ہی اندر سے ایک راستہ بیٹے کے محل کو جاتا ہے جو باہر سے نظر نہیں آتا۔

رحیم داد خاں یہاں کا حاکم ہے۔ وہ اسی محل میں رہتا ہے اس نے اس محل میں ایک دالان بنا لیا ہے۔ اس نے ایک مدرسہ قائم کیا ہے۔ میں اس کو دیکھنے کے لئے گیا۔ بہت عمدہ عمارت ہے۔ اس نے ایک باغ بھی بنوایا ہے۔ یہ قلعہ گوالیار کے جنوب میں ہے، شام کو چار باغ میں جاکر اترا یہ ہرا بھرا خوبصورت باغ ہے۔ یہاں کا گلاب اور کنیر بہت عمدہ ہے۔ خاص طور پر کنیر

کا کوئی جواب نہیں۔ میں نے یہ کنیر آگرہ میں بھی بویا تھا۔

گوالیار کے علاقہ میں ایک بہت بڑا تالاب بنا ہے۔ جس میں برسات کا پانی جمع ہوتا رہتا ہے۔ اس تالاب سے مغرب کی طرف ایک بہت بڑا مندر ہے۔ سلطان التمش نے اس مندر کے ساتھ ایک مسجد بھی بنائی تھی۔ یہ مندر باقی تمام عمارتوں سے اونچا ہے کہ دھولپور سے صاف نظر آتا ہے۔

ہتیاپول دروازے کے قریب ادو نالی درہ کی سیر کی

یہ درہ ایک دوہری فصیل کے منہ پر بنا ہے فصیل تیس چالیس گز اونچی ہے اندر کی فصیل بہت لمبی ہے دونوں فصیلیں آخر میں جا کر ایک دوسری سے مل گئی ہیں۔ فصیل کے اندر ایک باؤلی ہے۔ آدمی دس پندرہ سیڑیاں اتر کر پانی تک جا پہنچتا ہے۔ باؤلی کے اوپر سلطان شمس الدین التمش کا نام اور ۶۳۰ھ لکھی ہوئی ہے (اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس تاریخ کو سلطان التمش نے یہ باؤلی بنوائی تھی۔)

اُرد کے آس پاس پہاڑ کاٹ کر مورتیاں بنائی گئی ہیں یہ مورتیاں کچھ چھوٹی ہیں اور کچھ بڑی ان میں سب سے بڑا بت بیس گز لمبا ہے۔ ارد ایک دلچسپ مقام ہے اس کے چاروں طرف بت ہی بت دکھائی دیتے ہیں۔

گوالیار کے بت خانہ کی بڑی شہرت سنی تھی اس کی بھی سیر کی بت خانہ دوہرے اور تہرے دالانوں میں بنا ہے ان کے اندر بت دیوار ہی میں بنا دیئے گئے ہیں بت خانہ کے کچھ حصے بالکل اسی طرح بنے ہیں جس طرح مدرسے کی عمارتیں بنائی جاتی ہیں۔ درمیان میں ایک بڑا برج ہے جس کے کمرے بھی مدرسوں کے کمرے جیسے ہیں ہر کمرے کے اوپر پتھر سے تراشی ہوئی برجیاں لگی ہیں اور ان برجیوں کے نیچے پتھروں سے تراش کر بنائے ہوئے بت رکھے ہیں۔

بت خانے کی سیر کرنے کے بعد میں مغربی سمت کے دروازہ سے نکل کر قلعہ گوالیار میں داخل ہوا۔

پندرھویں تاریخ کو گوالیار سے چھ کوس کے فاصلہ پر جنوب مشرق میں ایک آبشار کی سیر کی جو اونچے پہاڑ

سے گرتا ہے ۔ یہ آبشار جہاں گرتا ہے وہاں اس نے ایک تالاب کی شکل اختیار کر لی ہے اس تالاب کے چاروں طرف کئی اونچی چٹانیں اسطرح موجود ہیں کہ ان پر بیٹھا جا سکتا ہے۔

جب منزل پر پہنچے تو کشتیوں کے نام مقرر کئے بڑی پرانی کشتی بابری جو رانا سانگا کی لڑائی سے پہلے تیار ہوئی تھی اس کا نام آسائش رکھا اس سال روانہ ہونے سے پہلے آرائش خاں نے ایک کشتی نذر کی تھی اس سفر میں میں نے اس میں ایک درجہ اور بنوایا تھا اس کا نام آرائش رکھا سلطان جلال الدین نے جو کشتی پیش کی تھی اس میں ایک بڑا دالان بنا ہوا تھا اس دالان پر دوسرا دالان اور بنایا گیا تھا اس کا نام گنجائش رکھا ایک ڈونگا جو کھنڈی دار تھا یہ ڈونگا ہر کام کے لیے بھیجا جاتا تھا اس کا نام فرمائش رکھا۔

جب میں آگرہ میں دوبارہ داخل ہوا تو سب سے پہلے باغ بہشت میں داخل ہوا ۔ دوسرے دن جمعہ تھا

جمعہ کے بعد قلعہ میں گیا اور سب بیگموں سے ملا، جاتے وقت خربوزے بونے کا حکم دے گیا تھا۔ اب وہی خربوزے پیش کیے گئے اچھے خربوزے تھے دو ایک پودے انگور کے باغ بہشت میں لگوائے تھے اس میں بھی اچھے انگور لگے شیخ گھورن نے بھی انگور کا ایک ٹوکرا بھیجا۔ ہندستان میں ایسے انگور اور خربوزے ہونے سے دل خوش ہوا۔

سنیچر کے دن دوپہر کو ماہم آگرہ پہنچی وہ کابل سے آئی ہے عجیب بات ہے کہ ہم جس تاریخ کو آگرہ کے لیے روانہ ہوئے تھے اسی تاریخ کو ماہم کابل سے نکلی جمعرات کو دربار ہوا اور ماہم اور ہمایوں کے تحفہ نظر سے گذرے۔

ان ہی دنوں سید مشہدی گوالیار سے آیا اس نے رحیم داد کے باغی ہونے کی خبر دی میں نے خود گوالیار جانے کا ارادہ کیا لیکن کچھ لوگوں نے روک دیا اور خلیفہ کے درمیان میں پڑنے سے معاملہ سنبھل گیا۔

۳ محرم ۹۳۶ ہجری (۷ستمبر ۱۵۲۹ء) کو محمد غوث گوالیار سے رحیم داد کی سفارش کو آیا اس کے ساتھ شہاب الدین خسرو بھی تھا۔ میں نے اسے معاف کردیا اور شیخ گھورن اور نور بیگ کو گوالیار بھیجا اور رحیم داد کو حکم دیا کہ گوالیار ان کے سپرد کر دے۔

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی چند مطبوعات

نوٹ: طلبہ و اساتذہ کے لیے خصوصی رعایت۔ تاجران کتب کو حسب ضوابط کمیشن دیا جائے گا۔

فضائی اڑان

معنف : نینا کوشل
مترجم : ڈاکٹر فرید علی شمسی
صفحات : 67
قیمت : -/24 روپے

سات رانیاں

معنف : اکا شنکر
صفحات : 16
قیمت : -/20 روپے

شاہنامہ کی کہانیاں

معنف : ڈاکٹر آصف نعیم صدیقی
صفحات : 95
قیمت : -/15 روپے

راجدھانی میں ایک مہم

معنف : دیپا اگروال
مترجمہ : صغرا مہدی
صفحات : 120
قیمت : -/26 روپے

دیو پیکر پہاڑ کا راز

معنف : شلپچہ موہن
مترجم : سید ظفر الاسلام
صفحات : 88
قیمت : -/24 روپے

خفیہ کوڈ

مصنفہ : سدھا گوئل
مترجم : محمد جمال الدین خاں
صفحات : 32
قیمت : -/20 روپے

ISBN: 978-81-7587-387-2

कौमी काउन्सिल बराए फरोग़-ए-उर्दू ज़बान
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
National Council for Promotion of Urdu Language
Farogh-e-Urdu Bhawan, FC-33/9, Institutional Area,
Jasola, New Delhi-110025